REGD NO P. 67

رجسٹرڈ نمبر پی ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

THE WEEKLY BADR QADIAN.

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۱۳ — شمارہ ۲۷

شرح چندہ
سالانہ ۱۰/- روپے
ششماہی -/۶ ”
ممالک غیر -/۸ ”

فی پرچہ ۱۵ نئے پیسے

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری

نائب مدیر: فیض احمد گجراتی

۲ وفا ۱۳۴۳ھش	۲۲ صفر ۱۳۸۴ھ	۲ جولائی ۱۹۶۴ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۳۰ جون۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں ۲۷ جون بوقت ۱/۲ ۷ بجے صبح کی شائع شدہ ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ

کل حضور کو کچھ بے چینی کی تکلیف رہی اور حرارت بھی ہو گئی۔ شروع رات بھی بے چینی رہی۔ اب طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہتر ہے۔

احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۳۰ جون۔ مخلصہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل وعیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔

الحمد للہ

مغربی ممالک میں اباحتی زندگی کا دلدوز منظر!

معصیت نواز معاشرہ کی گھناؤنی صورتِ حال

انگلستان کے مشہور عیسائی رسالہ "ورلڈز کرسچین ڈائجسٹ" کی نومبر ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں امریکہ کے شہرۂ آفاق عیسائی مناد ڈاکٹر بلی گراہم کا ایک مضمون بعنوان "I Have a Social Gospel" شائع ہوا تھا۔ اس میں انہوں نے روحانی نقطۂ نگاہ سے اہل امریکہ کی ناگفتہ بہ حالت پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنی بیوی کا ایک قول بھی درج کیا تھا۔ وہ قول خود ڈاکٹر بلی گراہم کے اپنے الفاظ میں یہ ہے:-

"عوام کا جنسی شغف اس درجہ بڑھ چکا ہے کہ قوم لوطؑ کی بستیوں سدوم اور عمورہ کی یاد تازہ ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ کچھ عرصہ ہوا میری بیوی نے کہا تھا کہ اگر خدا نے امریکہ کے بارہ میں اپنا فیصلہ صادر نہ کیا تو اسے سدوم اور عمورہ کی بستیوں سے معذرت کرنا پڑے گی" (یاد رہے اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کے زمانہ میں ان بستیوں کو گناہوں کی بے انتہا کثرت کے باعث گندھک اور آگ کے عذاب کے ذریعہ نیست و نابود کر دیا تھا۔ ناقل)

ڈاکٹر بلی گراہم نے اپنے مذکورہ بالا مضمون میں امریکہ کے معصیت نواز معاشرہ کے متعلق کچھ اشارے بھی کئے تھے لیکن وہ اتنے خفیف تھے کہ ان سے یہ ظاہر نہ ہوتا تھا کہ صورتِ حال انتہائی نازک صورت اختیار کر چکی ہے۔ اُن کے اس مضمون کے بعد امریکہ کے مشہور ماہوار رسالہ "میک کالز" (Mc Calls) میں "فلورنس کری ٹنٹن ایسوسی ایشن آف امریکہ (Florence Crittenton Association of America) کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر میری لوئی ایلن (Mary Louse Allan) کا ایک تفصیلی مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے امریکہ میں بڑھتی ہوئی فحاشی اور اس کے ہولناک نتائج و عواقب پر سے پردہ اٹھا کر قوم کے ضمیر کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس مضمون میں امریکی معاشرہ کے جس پہلو کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ وہ حد درجہ بھیانک لرزہ خیز اور حیرت انگیز ہے۔ اس کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوئے بغیر نہیں رہتی کہ اللہ تعالیٰ جب کسی نافرمان قوم کو سزا کے طور پر خوشحالی کے فتنہ میں مبتلا کرنے اسے ڈھیل دینے کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ عقل و خرد دانشمندی و دانشوری اور مادی ترقی و عروج کے باوجود اخلاقی پستی کا شکار ہو کر رفتہ رفتہ تحت الثریٰ میں جا گرتی ہے اور اس کے افراد اسفل السافلین میں شمار ہونے لگتے ہیں۔ پھر اس مضمون کے مطالعہ سے وہ وجوہ بھی پوری طرح منظرِ عام پر آ جاتی ہیں جنہوں نے مسز بلی گراہم کو انتہائی حسرت و یاس کے عالم میں یہ کہنے پر مجبور کر دیا تھا کہ اگر آج خدا نے امریکہ کے بارہ میں اپنا فیصلہ صادر نہ کیا تو اسے سدوم اور عمورہ کی بستیوں سے معذرت کرنا پڑے گی۔۔۔ چنانچہ میری لوئی ایلن نے جس صورتِ حال کی نشاندہی کی ہے وہ بہت گھناؤنی اور بھیانک ہے تاہم وہ عبرتناک ہونے کے علاوہ ایک خدائی نشان کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے ہم اس کے بعض حصوں کا ترجمہ ذیل میں درج کر کے اس خدائی نشان پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ہمارا مقصد حصولِ عبرت کی خاطر محض اظہارِ حقیقت ہے نہ کہ دوسروں کے عیوب کو اجاگر کر کے اُن کی تضحیک۔

قبل اس کے کہ ہم مقالۂ مذکور کے بعض اقتباسات پیش کریں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ "میک کالز" جس میں میری لوئی ایلن کا مقالہ شائع ہوا ہے۔ امریکی خواتین کا نہایت مشہور و معروف رسالہ ہے۔ جس کی ماہوار اشاعت ۸۰ لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ اور "فلورنس کری ٹنٹن ایسوسی ایشن آف امریکہ" جس کی وہ ڈائرکٹر ہیں سماجی بہبود کا وہ وسیع ترین امریکی ادارہ ہے جو بیک وقت امریکہ کی کم و بیش تیس ریاستوں میں غیر شادی شدہ ماؤں کی دیکھ بھال اور انہیں طبی امداد بہم پہنچانے کے نصف صد کے قریب مراکز چلا رہا ہے اس طرح یہ ادارہ امریکہ بھر میں بیک وقت آٹھ ہزار ماؤں کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ میری لوئی ایلن کے مضمون کا جو "میک کالز" کی نومبر ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں شائع ہوا تھا عنوان یہ ہے کہ ——— "ہم امریکہ کی غیر شادی شدہ نو عمر ماؤں کے بارہ میں اصلاحِ احوال کے طور پر کیا کر سکتے ہیں؟" ——— انہوں نے اپنے مضمون کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے:-

"ہم سب امریکی والدین اور امریکی بچے ایک ترقی پذیر (اور) حیرت انگیز دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں بالخصوص یہ دنیا روحانی جذبہ کے لحاظ سے (اندرونی طور پر تو باہم اتحاد و یگانگت کی آئینہ دار ہے یقینی بیرونی طور پر ایک بہت وسیع تباہی و بربادی اس کے سر پر منڈلا رہی ہے۔"

اس کے بعد وہ ایک درد انگیز صورتِ حال پر سے یہ کہہ کر پردہ اٹھاتی ہوئی لکھتی ہیں:-

"تازہ ترین اعداد و شمار کی رو سے جن کا اندراج سرکاری طور پر عمل میں آیا ہے ۱۹۶۱ء کے دوران ہر عمر کی غیر شادی شدہ ماؤں نے اڑھائی لاکھ بچے جنے۔ بلاشبہ یہ اعداد و شمار اصل صورتِ حال کے آئینہ دار نہیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سی غیر شادی شدہ مائیں اپنے آپ کو شادی شدہ ظاہر کر کے فرضی ناموں سے کسی نہ کسی زچگی وارڈ میں داخلہ لے لیتی ہیں۔ پھر بہت سی مطلقہ اور بیوہ عورتیں ایسی بھی ہوتی ہیں۔ جو اپنے ناجائز بچوں کو اپنے سابق خاوندوں کی طرف منسوب کر کے اپنے کئے پر پردہ ڈالنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں تاہم جو اعداد و شمار سرکاری طور پر دستیاب ہوئے ہیں انہی پر انحصار کرتے ہوئے ہماری معلومات یہ ہیں کہ ۱۹۶۱ء میں جو اڑھائی لاکھ ناجائز بچے پیدا ہوئے ان میں سے ۹۱,۰۰۰ بچے ایسے تھے جو بیس سے انیس سال کی عمر کی ماؤں کے ہاں پیدا ہوئے اور یقیناً لگے دو سالوں یعنی ۱۹۶۲ء اور ۱۹۶۳ء میں اس سے

(باقی صفحہ ۶ پر)

ہفت روزہ بدر قادیان مورخہ ۳ر جولائی ۱۹۶۷ء

بچوں کی اعلیٰ تربیت اور اسکے بہترین نتائج

کون نہیں جانتا کہ بچے گھر کی رونق۔ دل کی راحت اور بقائے نسل کا ذریعہ ہیں۔ درحقیقت یہی قوم کا قیمتی سرمایہ اور اس کے تم میں ریڑھ کی ہڈی کا مقام رکھتے ہیں۔ دنیا میں نام پانے والی قومیں اور دوسروں سے سبقت لے جانے والے لوگ اس بیش قیمت سرمایہ کی حفاظت کرتے۔ اور اس سے کبھی غافل نہیں ہوتے۔ اسلئے کہ آج کا بچہ کل کا جوان ہے آنے والے زمانہ میں اس کے کندھوں پر قوم کا بوجھ پڑنے والا ہے۔ آج ہی سے اس گراں بار کا عادی بنایا جانا چاہیئے۔ جس قوم نے اپنی نئی پود کو سنوار لیا گویا اس نے اپنے مستقبل کو ترقی کے لئے یقینی بنا لیا۔ انفرادی طور پر لوگ اپنی اولاد کے آرام و آسائش کے لئے بڑے جتن کرتے ہیں اس کے لئے بڑی بڑی جائدادیں پیدا کرتے ہیں۔ زندگیوں کے بیمے کرتے ہیں۔ اور بعض لوگ باغ لگاتے ہیں۔ دور دراز سے اعلیٰ قسم کے پھلدار پودے لاتے ہیں اور بخوبی سمجھتے ہیں کہ اگر ہم خود اس کا پھل نہ کھا سکے تو ہماری اولادیں ان کے شیریں ثمرات سے لطف اندوز ہونگی۔ یہی وہ جذبہ ہے جس کے تحت دنیا کا یہ نظام نسلاً بعد نسلٍ چلتا چلا جا رہا ہے۔ لیکن اس دور اندیشی کے باوجود حتمی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ بچے والوں کی اولادیں اپنے آباء واجداد کی علمی میراث سے فائدہ بھی اٹھائیں گی یا نہیں۔ لیکن ان لوگوں کا مستقبل یقینی طور پر روشن رہتا ہے جو اولاد کی اعلیٰ تربیت کرنے کے ساتھ انہیں پسندیدہ اوصاف کے حامل بناتے ہیں اور ان کی گھٹی میں ان عمدہ خصائل کو داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو قوم کو اوپر لے جانے والے اور اس کی سربلندی کا موجب ہوں یقیناً ایک ایسا ورثہ ہے جس کو نہ نقصان کا اندیشہ اور نہ دست برد کا ڈر۔

احمدیہ جماعت جو ایک مامور من اللہ کی تیار کردہ جماعت ہے۔ یہ ... معمول ترقی اور غالب روحانی غلبہ کے متعلق خدائی وعدے اپنے ساتھ رکھتی ہے اس مقدس جماعت کو تربیت کے معاملہ میں بھی دنیا میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے جو عقائد و نظریات کے میدان میں اسے حاصل ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عطا کردہ دلائل کی تیز تلوار سے مسلح ہو کر بارہا ایک کم تعلیم یافتہ احمدی نے بڑے بڑے علماء کا نہایت کامیابی سے مقابلہ کیا مگر علمی دلائل کے ساتھ عملی نمونہ لوگوں کے دل پر بیٹھنے والا وہ تیر ہے جو دلوں پر اثر کئے بغیر نہیں رہتا۔ جماعت کی روز افزوں ترقی اور اس کی وسعت ہر احمدی کو اس کی اہم ذمہ داری کی طرف متوجہ کر رہی ہے اس کا حسن آغاز جماعت کی نئی پود کو فاضلانہ اخلاق و عادات میں ڈھالنے کے ساتھ ضروری ہے۔ جس کا اولین نمائندہ خود آپ کی ذات اور آپ کے خاندان کو پہنچے گا اور نتیجۃً ساری جماعت ہی اس سے مستفید ہوگی۔ اسلئے اپنے بچوں کو اس رنگ میں تربیت کرو کہ آنے والے زمانہ میں آپ کے کاموں کو بہتر طور پر چلا سکیں۔ ابھی سے سلیقہ شعاری۔ مردانہ قیمتی معاملہ فہمی اور ذمہ داری کا احساس پیدا کرو۔ محبت و پیار بس ایک حد تک چاہیئے۔ بچوں میں اس کا ... پیدا کیجئے۔

اسلام نے عورت کو بڑا بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ اس کی عمر کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ بلوغت سے قبل وہ ماں باپ کی نقطہ بینی ہے۔ شادی کے بعد وہ خاوند کی بیوی اور بچوں کی پیدائش کی صورت میں اد ان کی نیک ماں بننے والی ہے۔ اسلئے بچپن ہی میں بچی کو اس کی آنے والی زندگی کے لئے تیار کرو۔ جب شادی ہو کر وہ نئے گھر کو بسانے والی ہو تو اس کی زندگی کا یہ زیادہ کامیابی کے ساتھ گذرے اس کی شادی کامیاب شادی ثابت ہو اس میں گھر بار سنبھالنے اور نئی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی پوری صلاحیتیں ہوں۔

اس موقعہ پر یہ جو حضرت شارع علیہ السلام نے فرمایا ہے علیک بذات الدین یعنی دیندار بیوی تلاش کرنے کی کوشش کرو۔ اس سے مراد ایک تو وہ معروف رنگ کی دینداری اور مذہب کی تعلیم سے کسی حد تک روشناس ہونا ہے۔ دیگر دین کے ایک معنے فرمانبرداری اور اطاعت کے بھی ہیں۔ ہمارے نزدیک سیدھی کی زندگی کے تمام گوشوں میں یہ وصف نمایاں پارٹ ادا کرتا ہے عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اطاعت گذار بیوی ہمیشہ اپنے گھر کو جنت نشان بنا دیتی ہے اور اپنے والدین اور سسرال دونوں کے لئے سکھ چین اور راحت کا موجب بنتی ہے۔ ہر تنگی و ترشی میں بھی گذارا کر لیتی ہے۔

جماعت میں اس وقت جو بڑی عمر کے افراد ہیں نئی پود کو اچھے یا برے اخلاق و عادات میں ڈھالنے کے وہی ذمہ دار ہیں۔ آپ لوگوں کا اپنا رنگ ہی ہے جو بچوں پر پڑے گا۔ دیکھیں گھر کی چار دیواری کے اندر اور باہر سکولوں کالجوں اور پبلک مقامات پر آپ کے بچے ہر وقت احمدی نظر آئیں تو یہ صحبتوں کا ان پر اثر نہ ہونے دیں۔ غیر تربیت کے نہ ہونے کے احتمالات۔ یہ بجنسہٖ یہ کوئی ترقی و آزادی نہیں کہ انسان اپنے اصل معاشرے اور شائستہ تمدن کو چھوڑ کر اپنی اولاد کو بے سلیقہ اور آزاد خیال لوگوں کے رنگ میں رنگین ہونے دے تاکہ آئندہ عمر میں بچوں پر نگاہ دیکھ کر ان کے برے برتاؤ پر آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہ ہو گی۔

چاہیئے کہ ایسی تربیت کے نتیجہ میں سسرال میں گذارا بھی خوشی اور مسرت کے ساتھ ہو رہا ہو۔ نہ کہ دائرہ اقتضا میں ناسمجھات آرہے ہوں جس سے نہ صرف یہ کہ ماں باپ اور سسرال دونوں خاندانوں کی خوشی اور مسرت ختم ہو بلکہ محلہ متعلقہ کے قیمتی اوقات بھی ضائع ہوں اور ساتھ ہی احمدیت کی بدنامی کا باعث ہوں۔

اسی طرح نیک مطلق ذمہ داری کا احساس رکھنے والے بیٹے چند سالوں میں باپ کا مضبوط بازو بن جاتے ہیں۔ اور سلیقہ شعار بچی خواہ ہائی سکول یا کالج کی تعلیم یافتہ ہے اپنی ماں کے گھریلو کام کاج میں ہاتھ بٹانے والی ہو۔ اس کے لئے بہوت اور آرام کے سامان پیدا کرنے والی ہو بچی کو گھر کے کام کاج کرنے میں عار نہیں ہونا چاہیئے۔ چھوٹے بہن بھائیوں کی دیکھ بھال ان کے کھانے پینے کی نگرانی نہ صرف یہ کہ اس کی آئندہ زندگی کو سنوارے گی بلکہ قوم کی حالت کو بھی سدھارنے کا باعث ہوگی اسلئے کہ وہ بچیاں ہی ہیں جن کی گود میں قوم کے بچے پرورش پاتے ہیں۔ قوم کی بننے والی ماؤں کو اعلیٰ اخلاق اپنے کردار کا نا بنانا قوم سازی میں عورت بہت بڑا پارٹ ادا کر سکتی ہے اپنی قوم کے اچھے اور برے مستقبل کا بڑا انحصار ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو ایک دفعہ جو اس مفہوم کا الہام ہوا کہ اگر تم آدھی عورتوں کی اصلاح کر لو تو کامیابی یقینی ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ احمدیہ جماعت کی عورتیں ایک بڑا انقلاب پیدا کر سکتی ہے جس کے لئے انہیں کسی طرح کے ہنگامے بپا کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اپنے گھروں کی چار دیواری کے اندر رہ کر اپنے بچوں کو اعلیٰ رنگ کی تربیت دینے کے ساتھ۔ اور یہ چیز ہماری جماعت میں نسلاً بعد نسلٍ پوری ذمہ داری کے احساس کے ساتھ احمدیت کے اثر و نفوذ میں تیزی پیدا ہو سکتی ہے۔

اسی سے ملتا جلتا مفہوم بھی ہے جو سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے حاصل ہوتا ہے جو حضورؐ نے ماؤں کی عظمت شان کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ الجنۃ تحت اقدام الامھات۔ عام طور پر اس کے معنے تو یہی کئے جاتے ہیں کہ ماں کی خدمت کرنے سے ایک انسان کی عاقبت درست ہو جاتی ہے اسے آخرت میں جنت کا وارث بنا دیتی ہے۔ لیکن ایک پُر لطف مطلب یہ بھی ہے کہ قومی زندگی کو جنتی زندگی بنانے میں عورتوں کو بڑا دخل ہے یوں سمجھو کہ جنت اُن کے پاؤں کے نیچے ہے۔ اور وہ اس طرح کہ مائیں اپنے بچوں کی اچھی تربیت کریں اسی طرح جو اولاد ان ہونہار سلیقہ شعار خواتین کی نیک تربیت کے نتیجہ میں تیار ہو گی وہ گھر بار اور ساری قوم جنتی زندگی کا نمونہ اپنے ساتھ رکھتی ہوگی۔

جنت سے مراد وہی جنت نہیں جو مرنے کے بعد ایک نیک انسان کو حاصل ہوتی ہے بلکہ چین راحت اور سکون کی زندگی بھی اس دنیا میں جنت کا نمونہ ہی ہے اس کے لئے ہر گھرانے کو کوشش کرنی چاہیئے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اگر ہم اپنی اولاد کی اچھی اور عمدہ تربیت کریں اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کوئی عملی اقدام اٹھائیں۔ وباللہ التوفیق۔

ایک غلطی کا ازالہ

آج سے ۶۶ سال پہلے ۱۹۰۱ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے آٹھ صفحہ کا ایک کتابچہ عنوان بالا کے نام سے شائع کیا جس میں حضورؑ نے اپنے دعویٰ کے ساتھ سیدنا حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بلند شان کا ذکر فرمایا۔ آج تک یہ کتابچہ نہ جانے کتنی بار شائع ہوا۔ اپنوں اور بیگانوں نے اسے پڑھا اس کے متعلق کسی طرح کی شکایت آج تک کسی کو پیدا نہ ہوئی اور ہو بھی کیسے سکتی ہے جبکہ اس کا نفس مضمون ہی اس بات کا واضح ثبوت ہے لیکن اس خبر کو سُن کر ہر شخص یقیناً حیرت میں پڑ جائے گا کہ حکومت مغربی پاکستان نے حال ہی میں اس معصوم کتابچہ کے ضبط کئے جانے کا اعلان کیا ہے۔ اس سلسلہ میں اخبار نوائے وقت مجریہ ۲۳ر جون میں جو خبر شائع ہوئی وہ اس طرح بیان کی گئی ہے۔

”گورنر مغربی پاکستان نے ایک اور پمفلٹ ”ایک غلطی کا ازالہ“ کی تمام جلدیں بحق سرکار ضبط کر لی ہیں۔ یہ پمفلٹ مرزا غلام احمد قادیانی نے ۵ر نومبر ۱۹۰۱ء کو لکھا تھا اور الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ ربوہ نے اسے شائع کیا تھا اس پمفلٹ میں ایسا مواد موجود تھا جس سے مختلف فرقوں کے مابین دشمنی اور منافرت پیدا ہونے کا امکان تھا“

(بحوالہ اخبار پیغام صلح لاہور ۲۸ر جون ۶۷ء)

ہمارے نزدیک جس اتھارٹی نے یہ حکم نامہ جاری کیا وہ خود اس بارہ میں ایک بڑی غلط فہمی کا شکار ہوئی ہے۔ کیونکہ اس معصوم کتابچہ کی طرف منسوب کردہ بات کا موازنہ کرنے پر یقیناً اسے ملی ہو گی ہے۔ اس قسم کی پرانی تحریرات کا ایک لمبا زمانہ گذر جانے کے باوجود اور کبھی بھی وجہ منافرت نہ بننے کے پچاس سال بعد ضبط کیا جانا بڑا ہی تعجب انگیز اور افسوسناک ہے۔ یہ دنیا بھر میں بسنے والے احمدیوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے مترادف ہے۔

ہمیں امید ہے کہ حکومت مغربی پاکستان اپنی اس غلط فہمی کا جلد ازالہ کر کے احمدیہ جماعت کے تمام افراد کو جو دنیا کے کونے کونے میں بستے ہیں مطمئن کرے گی۔

اعلانِ نکاح مورخہ ۲۲ر جون ۱۹۶۷ء کو مسماۃ نورالنسا بیگم صاحبہ بنت مکرم مستور علی خان صاحب ساکن ما نکاگوڑا تھانہ پولگاہ ضلع پوری صوبہ اڑیسہ کا نکاح محمد فضل الٰہی صاحب ابن مکرم شیخ محمد صاحب کیرنگ تھانہ نیموڑا ضلع پوری کے ساتھ مبلغ ۳۰۰۱/- روپے حق مہر پر مولوی محمد عبدالرحمن صاحب ... نے پڑھا۔ احباب دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس نکاح کو جانبین اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے لئے ہر لحاظ سے مبارک کرے۔ آمین ثم آمین۔ خاکسار سید محمد موسیٰ مبلغ سلسلہ عالیہ کیرنگ ضلع پوری اڑیسہ۔

خطبہ جمعہ

قرآن کریم اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے الہامات دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیتے ہیں

جس طرح حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلعم کے خادم اور غلام ہیں اسی طرح آپ کے الہامات قرآن کریم کے تابع اور خادم ہیں

مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ میری صحت کا دارومدار دواؤں پر نہیں بلکہ دعاؤں پر ہے پس میری صحت کے لئے

خصوصیت سے دعائیں کرو

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۴ نومبر ۱۹۵۵ء بمقام ربوہ

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیت قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔
(سورۃ احزاب ع ۵)

اس کے بعد فرمایا:-

قرآن کریم میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جہاں اور بہت سے نام آئے ہیں وہاں آپ کا ایک نام خاتم النبیین بھی آیا ہے اور خاتم النبیین کی مختلف تاویلیں کی جاتی ہیں لیکن

لفظ خاتم النبیین

پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور ہم بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو سچے دل سے خاتم النبیین تسلیم کرتے ہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو "میں بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔"

(اشتہار ۲۳ر اکتوبر ۱۸۹۱ء)

لیکن پچھلے دنوں جب ہماری جماعت کے خلاف ملک میں شورش پیدا ہوئی تو ہم پر یہ الزام لگایا گیا کہ ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ خاتم النبیین نہیں مانتے ہم نے متواتر اس بات پر زور دیا کہ ہم

قرآن کریم پر ایمان

رکھتے ہیں۔ اور جب قرآن کریم میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے تو آپ کے خاتم النبیین ہونے سے کیسے انکار کر سکتے ہیں۔ اگر یہ بات صرف حدیث میں آتی۔ تو کہہ سکتے تھے کہ ہم حدیثوں پر ایمان نہیں رکھتے۔ لیکن لوگ کہتے کہ چونکہ یہ بات قرآن کریم میں نہیں آئی۔ اس لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر ہم یقین نہیں رکھتے لیکن یہ لفظ تو قرآن کریم میں آیا ہے۔ یہیں جو شخص رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین . .

. . . .

. . . .

میں مانے گا وہ دوسرے الفاظ میں قرآن کریم کو بھی نہیں مانے گا لیکن ہم تو قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں۔ پھر

یہ کیسے ہو سکتا ہے

کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہ کریں۔ لفظ خاتم النبیین کی تشریح پر اختلاف ہو سکتا ہے لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا۔ جو شخص جو قرآن کریم کو مانتا ہے لازماً وہ آپ کو خاتم النبیین بھی مانے گا۔ جب ہماری جماعت کے افراد معترضین کو یہ جواب دیتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ تم قرآن کریم کو بھی نہیں مانتے۔ تم مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے الہامات کو قرآن کریم سے افضل سمجھتے ہو۔ حالانکہ

حقیقت یہ ہے

کہ ہم آپ کے الہامات کو قرآن کریم کا خادم قرار دیتے ہیں جیسے مرزا صاحب (علیہ الصلوٰۃ والسلام) محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خادم ہیں۔ اسی طرح آپ کے الہامات قرآن کریم کے خادم ہیں۔ انہیں کوئی علیحدہ اور مستقل حیثیت حاصل نہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتابوں میں صاف طور پر لکھا ہے کہ

"اگر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا۔ تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی کبھی یہ شرف مکالمہ و مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۴-۲۵)

پس جس طرح یہ بات سچ ہے کہ حضرت مرزا صاحب

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام

اور خادم ہیں اسی طرح یہ بات بھی سچ ہے کہ اگر کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کو قرآن کریم کا مخالف یا اسے رد کرنے والا سمجھتا ہے تو وہ احمدیت اور اسلام سے خارج ہے۔ بہرحال یہ بات انتہائی غیر معقول تھی۔ لیکن کہا جاتا تھا کہ ہم حضرت مرزا صاحب کے الہامات کو نعوذ باللہ قرآن کریم پر مقدم خیال کرتے ہیں اور قرآن کریم کو محض دکھاوے کے طور پر مانتے ہیں۔ حالانکہ اگر ان کا یہ اعتراض سچا ہے تو پھر ہم بیرونی ممالک میں جا کر اسلام کی اشاعت کے لئے کیوں تکالیف اٹھا رہے ہیں۔ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم پر ہم سچے طور پر ایمان نہیں لاتے تو ہم اسلام کو پھیلانے کے لئے دوسرے ممالک میں کیوں جاتے ہیں۔ ہمارا بیرونی ممالک میں اسلام پھیلانا بتاتا ہے کہ ہم اسلام اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر سچا ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن بہرحال جب مخالف عداوت میں بڑھ جاتا ہے تو وہ مخالفت میں صریح باتوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ انہوں نے ہم پر یہ الزام لگایا کہ ہم قرآن کریم کو نہیں مانتے۔ اور مرزا صاحب کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم اس قسم کے عقیدہ کو کفر کا موجب سمجھتے ہیں کہ کسی شخص کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل سمجھا جائے۔ یا اس کی وحی کو قرآن کریم سے افضل قرار دیا جائے۔ قرآن کریم تو

مضامین کا ایک سمندر ہے

ہماری ساری تمدنی ضرورتیں قرآن کریم سے پوری ہوتی ہیں۔ ہماری ساری معاشی ضرورتیں قرآن کریم سے پوری ہوتی ہیں بلکہ ہماری ساری خانگی ضرورتیں قرآن کریم سے پوری ہوتی ہیں۔ ہماری ساری عقلی ضرورتیں قرآن کریم سے پوری ہوتی ہیں۔ ہماری ساری سیاسی ضرورتیں قرآن کریم سے پوری ہوتی ہیں۔ ہماری ساری اخلاقی ضرورتیں قرآن کریم سے پوری ہوتی ہیں بلکہ ہماری ساری روحانی ضرورتیں قرآن کریم سے پوری ہوتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات قرآن کریم کا قائم مقام نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی شخص نعوذ باللہ من ذالک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات . . . .

. . . . قرآن کریم سے افضل یا اس کو رد کرنے والا مانے تو وہ قرآن کریم کی ان ساری تعلیموں کو آپ کے الہامات سے نہیں نکال سکتا۔ گویا اگر کسی شخص کا فی الواقعہ یہ عقیدہ ہو کہ آپ کے الہامات نعوذ باللہ قرآن کریم کے قائم مقام ہیں تو وہ ان ساری برکتوں سے محروم ہو جائے گا جو قرآن کریم سے حاصل ہو رہی ہیں۔ آپ کے الہامات

قرآن کی تشریح

تو ہیں۔ اور قرآن کریم کی بعض باتیں جو انسان کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ آپ کے الہامات کی روشنی میں سمجھ آجاتی ہیں لیکن اگر ہم یہ سمجھیں کہ قرآن کریم کے سارے مضامین ان الہامات سے نکل آئیں گے تو یہ بالکل احمقانہ بات ہو گی۔ قرآن کریم ایک جامع اور کامل اور

تمام کتب سے افضل کتاب

ہے اور مرزا صاحب کے الہامات قرآن کریم کے خادم ہیں۔ اس لئے قرآن کریم پیش نظر ہو

سارے کے سارے اخلاقی۔ روحانی۔ علمی۔ سیاسی۔ معاشی۔ اقتصادی اور انسانی مضامین آ گئے ہیں۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کے الہاموں میں تو یہ تمام مضامین بیان نہیں کئے گئے۔ کیونکہ آپ کو الہام کرنے والا خدا جانتا تھا کہ یہ تمام مضامین قرآن کریم میں آ چکے ہیں۔ اس لئے اب انہیں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کے الہامات میں بھی کئی اہم باتیں بیان کی گئی ہیں لیکن وہ قرآن کریم سے زائد نہیں بلکہ اسی کی تشریح کے طور پر ہیں۔ پس

اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے

کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات قرآن کریم کے قائمقام ہیں تو وہ ان ساری برکتوں سے محروم ہو جائے گا جو قرآن کریم سے حاصل ہوتی ہیں۔ نہ اس کے پاس سیاسی راہ نمائی رہے گی نہ اقتصادی اور معاشی راہ نمائی رہے گی۔ وہ اسی طرح ٹامک ٹوئیے مارتے پھرتے ہیں۔ اور اگر وہ ان راہ نمائیوں کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات سے باہر جائے گا۔ تو وہ آپ ہی اپنے عقیدہ کو غلط ثابت کرنے والا ہوگا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ ہر قسم کی راہ نمائی آپ کے الہامات میں پائی جاتی ہے۔ لیکن جب وہ کہے گا کہ میں معاشی راہ نمائی کے لئے قرآن کریم کا محتاج ہوں۔ جب وہ یہ کہے گا کہ میں سیاسی راہ نمائی کے لئے قرآن کریم کا محتاج ہوں جب وہ یہ کہے گا کہ میں روحانی اور عقلی راہ نمائی کے لئے خدا تعالیٰ کے کلام کا محتاج ہوں جب وہ یہ کہے گا کہ میں تمدنی اور خانگی راہ نمائی کے لئے

قرآن کریم کا محتاج

ہوں تو وہ خود اس بات کا اقرار کرے گا کہ یہ ساری باتیں قرآن کریم میں پائی جاتی ہیں حضرت مسیح موعود کے الہامات میں نہیں پائی جاتیں۔ پس یہ بات بالکل جھوٹ ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کو قرآن کریم پر ترجیح دیتے ہیں۔ جس طرح ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خادم اور غلام سمجھتے ہیں۔ اسی طرح ہم آپ کے الہامات کو بھی قرآن کریم کا خادم یقین کرتے ہیں جس طرح خادم اپنے آقا کی چیزوں کی صفائی کرتا ہے اور ان کی نگرانی کرتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم پر مسلمانوں نے اپنی غلط فہمیوں کی وجہ سے جو گرد و غبار ڈال دیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات

اس گرد و غبار کو صاف کرتے ہیں

لیکن کیا کوئی غلام اپنے آقا کی چیزوں کو اپنی طرف منسوب کر سکتا ہے یا وہ اپنے آپ کو اس سے افضل قرار دے سکتا ہے۔ اس کا کام تو اپنے آقا کے کپڑوں کو صاف کرنا انہیں سنبھال کر رکھنا جوتے پالش کرنا اور دوسری خدمات کا بجا لانا ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے الہاموں کا ایک خادم کی حیثیت میں یہ کام ہے کہ وہ قرآن کریم کے معانی کو محفوظ رکھیں۔ اور گرد و غبار جو قرآن کریم پر پڑ گیا ہے اسے صاف کریں۔ یہ گرد و غبار قرآن کریم کا حصہ نہیں۔ بلکہ لوگوں نے اپنے غلط خیالات کی وجہ سے قرآن کریم کے معانی پر ڈال دیا ہے۔ پس

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات

قرآن کریم کے خادم ہیں اور ان کا کام اس سے گرد و غبار کو دور کرنا ہے۔ ان کی حیثیت شروع ہی سے قرآن کریم کے خادم کی سی ہے۔ اور آئندہ بھی ہمیشہ ان کی یہی حیثیت رہے گی لیکن چونکہ مخالفین ہم پر الزام لگاتے تھے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات کو قرآن کریم پر ترجیح دیتے ہیں اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں سمجھتے۔ اس لئے میری توجہ اس طرف پھری کہ میں اس بات کی تحقیق کروں کہ آیا آپ کے الہامات میں بھی محمد رسول اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے یا نہیں۔ چنانچہ میں نے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ

"تذکرہ" میں

تین دفعہ یہ الہام درج ہے کہ

صلّ علیٰ محمدٍ وآلِ محمدٍ
وسیّدِ وُلدِ آدمَ وخاتمِ النبیّین (صفحہ ۲۴۱ و صفحہ ۲۶۷)

یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو جو تمام بنی آدم کے سردار اور خاتم النبیین ہیں۔ اب اگر معترضین کا یہ اعتراض درست ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی کو قرآن کریم پر ترجیح دیتے ہیں۔ تو اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ تو اپنے عمل سے ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ایک طرف تو ہم معترضین کے قول کے مطابق آپ کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑا اور افضل قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف آپ کے الہام کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی کو قرآن کریم سے افضل قرار نہیں دیتے بلکہ انہیں

قرآن کریم کے خادم کے طور پر

تسلیم کرتے ہیں۔ تو پھر اس بات میں بھی کوئی شک نہیں رہتا کہ ہمارے اپنے عقیدہ کی رو سے بھی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے۔ غرضیکہ یہ کتنی واضح بات ہے اگر ہم اس بات میں سچے ہیں کہ قرآن کریم اصل ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

الہامات اس کے تابع

ہیں تو چونکہ قرآن کریم کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں تو ہم آپ کے خاتم النبیین ہونے سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ اور اگر ہم اپنے مخالفین اپنے الزام میں سچے ہیں کہ ہم قرآن کریم پر حضرت مرزا صاحب کی وحی کو مقدم سمجھتے ہیں تب بھی یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ ہم محمد رسول اللہ کو خاتم النبیین نہ مانیں کیونکہ حضرت صاحب کے الہامات میں آپ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے غرض کہ ہم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہ کریں تو ہم نہ صرف قرآن کریم کی تکذیب کرتے ہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کی بھی تکذیب کرتے ہیں گویا اگر ہم اپنے قول میں سچے ہیں تب بھی ہم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں اور اگر معترضین کا اعتراض درست ہے تب بھی ہم آپ کو خاتم النبیین مانتے ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی میں بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے اور قرآن کریم میں بھی آپ کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے۔ غرض چاہے ہم کو سچا قرار دیا جائے یا معترضین کو ان کے قول میں سچا سمجھ لیا جائے

دونوں صورتوں میں

یہ ماننا پڑے گا کہ ہم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ ہمارے سچا ہونے کی صورت میں قرآن کریم میں آپ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے جس سے ہم انکار نہیں کر سکتے اور مخالفین کے سچا ہونے کی صورت میں مرزا صاحب کے الہامات میں آپ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے۔ جس سے ہم انکار نہیں کر سکتے۔ پھر دوسرے لوگوں کو تو بھاگنے کی گنجائش بھی مل سکتی ہے جیسے عیسائی بھی حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی تو نہیں آئے گا۔ ہاں خدا آ جائے گا چنانچہ اسی وجہ سے وہ

بہاء اللہ کی الوہیت

کے قائل ہیں۔ لیکن ہم تو کوئی اور راہ اختیار ہی نہیں کر سکتے۔ اگر ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہیں کرتے تو ہم قرآن کریم کا بھی انکار کرتے ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کے الہامات کا بھی انکار کرتے ہیں۔ پس یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ کوئی ایماندار احمدی یہ گمان نہیں کر سکتا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں تھے۔ اگر ہم قرآن کریم کی طرف جاتے ہیں تو اس میں بھی آپ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے۔ اور اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کی طرف جاتے ہیں۔ تو ان میں بھی آپ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے۔ پھر ہم آپ کی تحریرات کو دیکھتے ہیں تو ان میں بھی بار بار آپ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے۔ پھر کوئی سچا احمدی آپ کے خاتم النبیین ہونے میں کس طرح شبہ کر سکتا ہے۔ جدھر بھی کوئی جائے اسے یہی آواز آئے گی کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں قرآن کریم سے بھی

یہی آواز آتی ہے

کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور حضرت مرزا صاحب کے الہامات اور تحریروں سے بھی یہی آواز آتی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔

پس ایک احمدی کے لئے آپ کو خاتم النبیین ماننے کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں سوائے اس کے کہ وہ خود اپنی قبر کھود کر اپنی روحانی موت کا اعلان کر دے ورنہ اسے زندگی کے ہر لمحہ میں آپ کو خاتم النبیین ماننا پڑے گا۔ کیونکہ قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات دونوں آپ کو خاتم النبیین قرار دیتے ہیں۔ اور وہ قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہوئے بھی آپ کے خاتم النبیین ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات پر ایمان رکھتے ہوئے بھی آپ کے خاتم النبیین ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔ پس اس موقعہ پر

جماعت کے دوستوں سے

یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ انہیں ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیئے کہ معترض ہم پر غلط اعتراض کرتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں سمجھتے۔ ہم قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہیں اور قرآن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیتا ہے ہم حضرت مرزا صاحب کے الہامات کو سچا سمجھتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب کے الہامات بھی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیتے ہیں۔ لیکن ممکن ہے پچاس ساٹھ یا سو سال کے بعد کوئی بے وقوف احمدی ایسا پیدا ہو جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بلند مقام کے بارہ میں کسی وسوسہ میں مبتلا ہو جائے ایسے لوگوں کے وساوس کو دور کرنا بھی

ہماری جماعت کا کام ہے

پس جماعت کے دوستوں کو یہ بات صرف غیر احمدی علماء پر ہی نہیں چھوڑنی چاہیئے کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کو

لوگوں کے قلوب میں راسخ کریں۔ بلکہ ہمارے علماء کا بھی فرض ہے کہ وہ اس مسئلہ کو اس طرح بار بار جماعت کے سامنے لائیں کہ تین سال سے لے کر سو سال کی عمر تک کے لوگ سب کے سب اس عقیدہ میں پختہ ہوں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد ایک ہزار سال کے بعد بھی کوئی احمدی اس قسم کے وسوسہ میں مبتلا نہ ہو کہ آپ نعوذ باللہ خاتم النبیین نہیں ہیں

اس مسئلہ کو جماعت میں راسخ کرو

کیونکہ یہ ہمارے مذہب کی جان ہے میں تمہیں نہیں کہتا کہ تم کسی آیت قرآنیہ کے کوئی نئے معنے نہ کرو۔ تم بے شک اس کے نئے معنے کرو۔ لیکن وہ معنے قرآن اور حدیث اور عقل کے مطابق ہونے چاہئیں۔ مثلاً میں نے یہ ایک عقلی بات بتائی ہے کہ قرآن کریم میں تمام ضروری مضمون آ گئے ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں وہ سارے مضامین نہیں اب اگر کوئی کہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات نعوذ باللہ قرآن کریم کے برابر ہیں یا وہ قرآن کریم پر مقدم ہیں تو اس کو قرآن کریم کی ساری تعلیمیں چھوڑنی پڑیں گی کیونکہ انحصار تو ۔۔۔ کبھی اسے چھوڑنی پڑے ۔۔۔ تعلیم بھی اسے چھوڑنی ۔۔۔ اس کی سیاسی تعلیم بھی اسے چھوڑنی پڑے گی۔ اس کی عائلی تعلیم بھی اسے چھوڑنی پڑے گی۔ اس کی تمدنی تعلیم بھی اسے چھوڑنی پڑے گی۔ پھر اس میں عبادات کے متعلق جو باتیں بیان ہوئی ہیں نیز وراثت کے متعلق جو باتیں بیان ہوئی ہیں۔ درثہ کے متعلق جو باتیں بیان ہوئی ہیں آپس کے لڑائی جھگڑوں کو دور کرنے کے متعلق جو باتیں بیان ہوئی ہیں وہ سب اسے چھوڑنی پڑیں گی اور ان سب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات سے نکالنا پڑے گا۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ وہ ان سب تعلیموں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات سے نہیں نکال سکتا۔ اس کو مجبور ہو کر آخر قرآن کریم کی طرف ہی جانا پڑے گا۔ کیونکہ یہ ساری باتیں قرآن کریم میں ہی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں نہیں۔ آپ کے

الہامات قرآن کریم کے خادم ہیں۔ اور اگر خادم کے پاس کوئی چیز نہ ہو تو وہ آقا کے پاس جاتا ہے اور اس سے مانگ کر لے آتا ہے۔ اسی طرح جو چیز حضرت مرزا صاحب کے الہامات میں نہ ہوگی۔ وہ قرآن کریم سے ہم مانگ لیں گے۔ اور اس طرح ہماری ضرورت پوری ہو جائے گی۔ ہم نے تو یہ کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ مرزا صاحب کے الہامات اپنی کوئی علیحدہ حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ قرآن کریم کے خادم ہیں

اور ۔۔۔ خادم کے پاس اگر کوئی چیز نہ ہو۔ تو وہ آقا سے مانگ لیا کرتا ہے اس لئے اگر ہمیں کسی چیز کی ضرورت ہوگی تو قرآن کریم سے مانگ لیں گے۔ پھر جس طرح آپ کے الہامات قرآن کریم کے خادم ہیں اسی طرح حضرت مرزا صاحب

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم

ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کریم کے گھر میں سب کچھ موجود ہے۔ وہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اس لئے جب بھی ہمیں کوئی تنگی پیش آئے گی۔ جب بھی کوئی ضرورت پیش آئے گی۔ ہم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر جائیں گے۔ اور کہیں گے۔ کہ آپ ہمارے آقا ہیں۔ ہماری پرورش آپ کے ذمہ ہے۔ اس لئے آپ ہی ہماری ضرورت کو پورا فرمائیں۔ اسی طرح جب بھی کسی اہم معاملہ میں ہمیں کسی روشنی کی ضرورت ہوگی۔ ہم قرآن کریم کے پاس جائیں گے۔ اور اس سے روشنی حاصل کریں گے۔

جب آقا موجود ہے

تو ہمیں کوئی فکر نہیں ہو سکتا۔ ہر ضرورت کے وقت اس کے پاس جائیں گے۔ اور جس چیز کی ضرورت ہوگی۔ اس سے مانگ لیں گے۔ ہاں اگر کوئی ایسی بات ہو۔ کہ جس کا گرد و غبار کی وجہ سے صحیح پتہ نہ لگ سکے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات سے اس کا پتہ لگ سکتا ہے۔ میں نے اس رنگ میں "تذکرہ" کا مطالعہ کیا ہے اور اس سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ مثلاً قرآن کریم کی ایک آیت ہے کہ

اولم یر الذین کفروا ان السموٰت والارض کانتا رتقاً ففتقنٰھما (انبیاء ع ۳)

اس آیت کے متعلق مفسرین نے بڑی بحثیں کی ہیں۔ لیکن وہ کسی صحیح نتیجہ تک نہیں پہنچ سکے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات میں اس کو حل کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہی آیت آپ پر بھی نازل ہوئی اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے ساتھ "رتق" کا ذکر آتا ہے چنانچہ آپ کا ایک الہام ہے

ان السمٰوٰت والارض کانتا رتقاً ففتقنٰھما قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد۔

(تذکرہ صفحہ ۲۳۶)

اس رتق کے لفظ نے آیت کے

معنوں سے پردہ اٹھا دیا

اور بتا دیا کہ ایک زمانہ ایسا آتا ہے۔ جب وحی الٰہی سے دنیا محروم ہو جاتی ہے۔ لیکن پھر اللہ تعالیٰ اس جمود کو توڑ دیتا ہے اور وحی کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے

گویا "کانتا رتقاً" اور "ففتقنٰھما" کے معنے ساری سمجھ میں آ گئے۔ اس سے پہلے "رتق" اور "ففتقنٰھما" کے معنی کسی مفسر پر پوری طرح [illegible] ۔۔۔ اور ۔۔۔ کرتے تھے ہیں۔ لیکن جب خدا تعالیٰ نے یہ آیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر الہاماً نازل کی تو اس کے معنے واضح ہو گئے۔ اسی طرح اور بیسیوں آیات قرآن کریم کی ایسی ہیں۔ جن کے معنے آسانی سے سمجھ نہیں آتے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کی وجہ سے ان پر ایسی روشنی پڑی کہ ان کے معنے حل ہو گئے۔ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ بتایا ہے کہ قرآن کریم میں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق جو خلق طیر کا معجزہ بیان کیا گیا ہے۔ اس پر

کھیئۃ الطیر کے الفاظ

آتے ہیں۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ وہ پرندے کی ہئیت کی مانند خلق کرتے تھے یعنی جس طرح ایک پرندہ اپنے پروں کے نیچے انڈوں کو لے کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور انہیں اپنی گرمی پہنچاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں بچے پیدا ہو جاتے ہیں اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام بھی لوگوں پر اپنی روحانیت کا ایسا اثر ڈالتے اور ان کی ایسے رنگ میں تربیت کرتے کہ وہ آسمان روحانی کی بلندیوں میں پرواز کرنا شروع کر دیتے۔ اس آیت کے معنے بھی مفسرین کی سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ لیکن اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی خدا تعالیٰ نے الہام کیا کہ

"ہزاروں آدمی تیرے پروں کے نیچے ہیں"

(تذکرہ صفحہ ۶۵)

اس الہام نے قرآن کریم کی اس آیت کے معنوں کو واضح کر دیا۔ اور بتا دیا کہ مسیح کے متعلق پرندے پیدا کرنے کا جو ذکر آتا ہے اس سے بھی یہی مراد ہے کہ وہ روحانی استعداد رکھنے والوں کو اپنی طرف کھینچ لیتے تھے۔ اور انہیں اپنی صحبت میں رکھتے تھے۔ جس کے بعد وہ روحانیت میں ترقی کرنے لگ جاتے بیسیوں سینکڑوں الہامات ایسے ہیں جن سے

قرآن کریم کی مشکل آیات

پر روشنی پڑتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے الہامات قرآن کریم کے خادم ہیں۔ جس طرح ایک خادم کا کام ہے کہ وہ اپنے آقا کے کپڑوں وغیرہ سے گرد و غبار صاف کرے۔ بوٹ پالش کرے۔ اور اس کے سامان کی حفاظت کرے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات قرآن کریم کے معانی پر پڑی ہوئی گرد و غبار کو صاف کر کے انہیں لوگوں پر واضح کرتے ہیں۔ اور ہمیں ان کی بعض شقیں ہی ظاہر کرتے ہیں۔ اگر تم انہیں غور سے پڑھو

قرآن کریم کی آیات پر تدبر کرو

تو تمہیں سمجھ آ جائے گا۔ کہ ان کے ذریعہ قرآن کریم کے بہت سے مشکل مقامات حل ہو جاتے ہیں۔ پس جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم اور غلام ہیں۔ اسی طرح آپ کے الہامات بھی

قرآن کریم کے تابع

اور اس کے خادم ہیں۔ انہیں کوئی علیحدہ حیثیت حاصل نہیں

دوسری بات

میں جماعت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بہت مجھے بار بار لکھتے رہتے ہیں کہ ہمیں قادیان کب ملے گا۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ قادیان تو ہندوستان کا حصہ ہے تم نے ابھی ربوہ کو ہی آباد کرنے کی کیا کوشش کی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرے بار بار توجہ دلانے کے باوجود ابھی تک دوستوں نے ربوہ کو آباد کرنے کی طرف پوری توجہ نہیں کی۔ اس کے آباد کرنے کے لئے ضروری ہے کہ یہاں مختلف انڈسٹریاں جاری ہوں۔ پیشہ ور لوگ یہاں آ کر اپنا کام شروع کریں۔ اور

ربوہ کی ترقی اور اس کی آبادی

کا باعث بنیں۔ لیکن ابھی تک یہ کام یہاں جاری نہیں ہوسکے جس کی وجہ سے ربوہ کی آبادی ابھی مکمل نہیں ہوئی۔ پس دوستوں کو ربوہ کی آبادی کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ رکھنی چاہیئے اور یہاں مختلف قسم کی صنعتیں اور انڈسٹریاں جاری کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ ربوہ دوسرے شہروں کے اصول پر آباد ہو سکے اور اس کی آبادی ترقی کر جائے۔ قادیان چونکہ ہندوستان کا حصہ ہے اس لئے بیرونی ممالک یعنی امریکہ انڈونیشیا اور دوسرے یورپین ممالک کی جماعتوں کا فرض ہے کہ جہاں تک قانون ان کو اجازت دیتا ہو وہ اپنے بجٹ کا کچھ حصہ قادیان کے لوگوں کی امداد کے لئے بھجواتی رہیں۔ بیشک اس کے نتیجہ میں ربوہ کے مرکز کو کسی قدر مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ لیکن اگر ہماری جماعت کی تعداد بڑھ جائے اور چندوں میں بھی اضافہ ہو جائے تو باوجود اس کے کہ بیرونی ممالک کی جماعتوں کے بجٹ کا ایک حصہ قادیان میں منتقل ہوتا رہے گا ربوہ خدا تعالیٰ کے فضل سے پھر بھی آباد رہے گا بہرحال ہماری جماعت کے دوستوں کا فرض ہے کہ وہ ربوہ میں مختلف قسم کی صنعتیں اور چھوٹی چھوٹی دستکاریاں جاری کریں تاکہ جس طرح دوسرے شہر ۔۔۔ کی وجہ سے آباد ہیں وہ بھی ۔۔۔ ہو کر بھی میسر آ جائیں۔ اور اس کی آبادی ترقی کر

جل جائے تمام جماعتوں کا فرض ہے کہ وہ یہ روح اپنے افراد میں پیدا کریں۔ اور خصوصیت کے ساتھ

ربوہ کو آباد کرنے کی طرف توجہ کی جائے

البتہ امریکہ۔ افریقہ۔ یورپ اور دوسرے بیرونی ممالک کی جماعتیں چونکہ پاکستان سے باہر ہیں۔ اور ان پر پاکستان کا قانون عائد نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کا یہ فرض ہے کہ وہ زیادہ زور قادیان کو آباد کرنے پر لگائیں اور اس سے اتر کر ربوہ کی آبادی کی طرف توجہ کریں۔ اگر ذمہ داری کو تسلیم کر لیا جائے تو سارا کام سہولت سے ہو سکتا ہے۔ پھر اگر تم خدا تعالیٰ سے بھی دعائیں کرو تو وہ تمہیں اس کام کے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔ تم اپنے ایمانوں کو مضبوط کرو اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے ہاتھوں میں دے دو۔ اور اس سے ہر وقت دعائیں کرتے رہو کہ وہ خود تمہاری حفاظت اور نصرت فرمائے وہ خدا جو آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک اپنی قائم کردہ جماعتوں کے لئے غیر معمولی سامان پیدا کرتا چلا آیا ہے وہ اب بھی اس بات پر قادر ہے کہ ہمارے لئے غیر معمولی سامان پیدا کر دے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ تم ان تمام

صلحاء کے نقش قدم پر چلو

جو آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک گزرے ہیں۔ پھر تم دیکھو گے کہ جو کام تم نہیں کر سکو گے وہ خدا تعالیٰ خود کرے گا مثلاً دیکھو تم پاسپورٹ کے بغیر ہندوستان نہیں جا سکتے۔ اور بعض دفعہ پاسپورٹ ایک عرصہ تک تیار بھی نہیں ہوتے۔ اسی طرح تمہیں ویزا لینے میں کئی مشکلات پیش آتی ہیں۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ ہندوستان جانا چاہے تو اس کے لئے کسی پاسپورٹ اور ویزا کی ضرورت ہے۔ وہ اگر ہندوستان کے ہندوؤں اور سکھوں کے دلوں پر اترے اور وہ مسلمان ہو جائیں تو پھر تمہیں کسی فکر کی ضرورت ہی نہیں وہ لوگ خود قادیان کو آباد کر لیں گے۔ بس دعائیں کرو اور

خدا تعالیٰ پر توکل رکھو

گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں اگر تم اپنے ایمانوں کو مضبوط کر لو تو خدا تعالیٰ خود یہ سب کام کر دے گا۔ اور وہ تمہیں اکیلا نہیں چھوڑے گا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا تھا کہ

ما کان اللّٰہ لیترکک حتّٰی یمیز الخبیث من الطیب
(تذکرہ صفحہ ۲۳۲ و صفحہ ۲۹۲)

یعنی خدا تعالیٰ آپ کو اس وقت تک بے یار و مددگار نہیں چھوڑے گا جب تک کہ وہ نیکی اور بدی میں امتیاز نہ کر دے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کیا کرتا۔ بے شک شیطان جھوٹ بولتا اور وعدہ خلافی کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جھوٹ نہیں بولتا اور نہ وعدہ خلافی کرتا ہے پس تم اس سے دعائیں کرو اور اپنے تعلق کو پہلے کی نسبت زیادہ مضبوط بناؤ تاکہ وہ تمہاری مدد کے لئے آسمان سے اتر آئے اور تمہاری مشکلات دور ہو جائیں۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا۔ میں

اپنی صحت کے بارہ میں

بھی دوستوں سے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ مجھے خواب میں بتایا گیا ہے کہ

میری صحت کا دارومدار دوستوں کی دعاؤں پر ہے

میں یورپ میں تھا تو میں نے زیورچ میں خواب دیکھا کہ ایک اونچی سی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے سامنے ہماری ساری جماعت کھڑی ہے اور اس سے بڑے زور کے ساتھ دعائیں کر رہی ہے۔ اور میری طرف اشارہ کر کے کہتی ہے کہ خدایا اس شخص نے تجھے ہمارے اتنا قریب کر دیا تھا کہ

ہم یوں محسوس کرتے تھے

کہ تو آسمان سے اتر کر ہمارے پاس آ گیا ہے۔ پھر یہ شخص ہمیں قرآن کریم سناتا اور اس طرح سناتا کہ ہمیں یوں محسوس ہوتا کہ تیری وحی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ وہ آج ہمارے سامنے نازل ہو رہی ہے پھر یہ شخص ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باتیں سناتا اور ہمیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود اپنی زبان سے ہمیں وہ باتیں سنا رہے ہیں۔ لیکن اے خدا ابھی ہمارے تعلقات تیرے ساتھ پختہ نہیں ہوئے اگر یہ شخص مر گیا تو ہم بالکل بے سہارا ہو کر رہ جائیں گے۔ اور ہمارا براہ راست تجھ سے تعلق پیدا نہیں ہو گا۔ اس لئے اے خدا ابھی ضرورت ہے کہ اس شخص کو دنیا میں زندہ رکھا جائے تا یہ ہمیں تیرے ساتھ وابستہ رکھے۔ اور تیری باتیں ہمیں سناتا رہے اور ہمیں یوں معلوم ہو کہ وہ باتیں تو خود ہمیں سنا رہا ہے

اس رؤیا میں

جو نظارہ میں نے دیکھا اور جس کرب و اضطراب کے ساتھ میں نے جماعت کے دوستوں کو روتے اور دعائیں کرتے دیکھا اس کی دہشت کی وجہ سے میری طبیعت خراب ہو گئی۔ چونکہ مجھے رؤیا میں بتایا گیا ہے کہ میری صحت کا دارومدار دوستوں کی دعاؤں پر ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ دواؤں سے نہیں بلکہ

دعاؤں سے تعلق رکھتا ہے

پس میں جماعت کے دوستوں کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ میری صحت کے لئے دعا کریں اگر آپ لوگوں میں سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ میرا وجود اسلام اور احمدیت کے لئے ترقی کا موجب ہے۔ اور اس سے انہیں فائدہ پہنچ رہا ہے تو میرا حق ہے کہ وہ میری صحت کے لئے دعا کرے۔ کیونکہ ایسا وجود جو بے کار اور تھکا ہوا ہو سلسلہ کا کیا کام کر سکتا ہے۔ مثلاً آج میری طبیعت اچھی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی مخالف شدید سے شدید اعتراض بھی اسلام پر کرے تو میں اس کا جواب دے سکتا ہوں۔ لیکن اگر میری طبیعت اچھی نہ ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ پس اگر جماعت واقعہ میں یہ سمجھتی ہے کہ میرے وجود سے اسلام اور احمدیت کو کوئی فائدہ پہنچ رہا ہے تو وہ

میرے لئے دعائیں کرے

تاکہ خدا تعالیٰ مجھے اس قابل بنا دے کہ میں کام کر سکوں اگر میں کام نہ کر سکوں تو طبیعت میں گھبراہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ مجھے کام کرنے کی طاقت دے تو یہ دیکھ کر کہ میں سلسلہ کی خدمت کر رہا ہوں۔ اور وہ میری وجہ سے ترقی کر رہا ہے آپ لوگوں کو بھی خوشی محسوس ہو گی۔ اور مجھے بھی خوشی ہو گی کہ مجھے جو سانس آتا ہے وہ اسلام اور احمدیت کی خدمت میں آ رہا ہے اور مجھے اور تم کو خدا تعالیٰ کے قریب کر رہا ہے۔ اس طرح مجھے بھی راحت نصیب ہو گی۔ اور تمہیں بھی راحت نصیب ہو گی۔ اور پھر صرف آج ہی نہیں بلکہ آئندہ بھی اس کی مدد اور نصرت ہمیشہ آتی رہے گی۔ بس

تم اس خطبہ پر غور کرو

جو میں نے بیان کیا ہے۔ اور اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرو۔

مغربی ممالک میں اباحتی زندگی کا دلدوز منظر

—— بقیہ صفحہ اول ——

بھی زیادہ تعداد میں اس عمر کی ماؤں کے ہاں ناجائز ولادتیں ہوئیں اب جبکہ ہماری آبادی میں فی زمانہ تیرہ سے انیس سال کی عمر کے بچوں کی تعداد بے پناہ بڑھ چکی ہے یہ امر ناگزیر ہے کہ بچے جننے والی غیر شادی شدہ ماؤں کی تعداد سال بسال حشرات الارض کی طرح بڑھتی چلی جائیگی"۔

جیسا کہ مسز لوئی ایلن نے خود اس امر کو تسلیم کیا ہے ڈھائی لاکھ کی یہ تعداد اصل تعداد کے مقابلہ میں بہت کم ہے کیونکہ ایسی عورتوں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہوتی ہے جو اپنے آپ کو شادی شدہ ظاہر کر کے اپنے جرم پر پردہ ڈالنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امریکہ میں ناجائز جنسی اختلاط کی شکل میں فحاشی کس قدر وسیع پیمانے پر پھیل رہی ہے کیونکہ یہ اعداد و شمار صرف اُن عورتوں کے ہیں جن کے ہاں برتھ کنٹرول کے متعدد طریقوں اور اسی قسم کی دوسری احتیاطوں کے باوجود حمل ٹھہر جاتا ہے ورنہ ایسی عورتوں کی تعداد جو ناجائز طور پر شادی سے قبل ہی جنسی اختلاط کی عادی ہوتی ہیں حد شمار سے باہر ہے چنانچہ مسز لوئی ایلن نے اپنے مضمون میں تسلیم کیا ہے کہ امریکی عورتوں میں سے چالیس سے ۶۰ فیصدی تک ایسی عورتیں ہیں جو شادی سے قبل ہی جنسی اختلاط شروع کر دیتی ہیں۔ وہ لکھتی ہیں:-

"غور طلب امر یہ ہے کہ غیر شادی شدہ مائیں کون ہیں اور کہاں سے آتی ہیں؟ یہ ایک بہت بڑے گروہ کا صرف ایک حصہ ہوتی ہیں انہیں ہم لوگ کے ایک کوتاہ قسمت جزو سے تعبیر کر سکتے ہیں اس لئے یہ کہنا بیجا نہ ہو گا کہ کثیر التعداد عورتوں میں سے جو شادی سے قبل ہی جنسی اختلاط شروع کر دیتی ہیں ایک بد قسمت سے منظر عام پر آ جاتی ہیں۔ عورتوں کا یہ طبقہ غفلت جانوروں کی زد سے

امریکی حکومت کی مجبوری آبادی کا کام ہے ... میں صد شمار کیا گیا ہے ان میں سے یکسر ... اکثریت حمل کی نوبت ہی نہیں آنے دیتی پھر جو حاملہ ہو جاتی ہیں ان میں سے بہت سی عورتیں ولادت کو جائز ظاہر کرنے کے لئے فی الفور شادی کر لیتی ہیں اور بہت سی حمل گرا کر بے فکر ہو جاتی ہیں؟

یہ انتہائی افسوسناک صورت حال کا ایک نمایاں پہلو یہ ہے کہ چھوٹی بچیاں بھی سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے ہی ملوث ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے وہ رقمطراز ہیں:-

"ان فریکلیوں میں سے ہزاروں لڑکیاں ایسی عمر کے لحاظ سے اتنی چھوٹی ہوتی ہیں کہ وہ نوعمر بچیاں ہی کہلا سکتی ہیں نوجوان لڑکیاں غیر شادی شدہ ماؤں کے زچہ خانوں میں سے قریباً ہر زچہ خانہ میں گیارہ گیارہ، بارہ بارہ، تیرہ تیرہ سال کی نوخیز بچیاں اپنے ایام حمل اس حال میں گزار رہی ہوتی ہیں کہ ابھی انہوں نے اپنی گڑیاں اپنے صندوقوں میں اٹھا کر رکھی ہوتی ہیں اور جب ماں بننے کا تجربہ حاصل کر لینے کے بعد یہ اپنی سابقہ زندگی کی طرف لوٹتی ہیں تو ابھی تک اپنے کھلونوں سے کھیل رہی ہوتی ہیں"۔

غور کا مقام ہے کہ جس معصیت زار معاشرے میں اتنا عام ہو کہ ملک کی چالیس سے ساٹھ فیصدی عورتیں اور اتنی ہی تعداد میں مرد اس میں ملوث ہوں اور اتنے چھوٹے بچے بھی اس معصیت میں گرفتار ہوں اسکے متعلق اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہیں کہ قوم لوط کی طرح اہل امریکہ بھی گناہوں کی کثرت کے باعث عذاب الہی کے مستحق ہو چکے ہیں۔ (باقی)

لیکن فرض نمازوں کے لئے یہ سخت تاکیدی حکم دیا گیا ہے کہ انہیں بہرحال مساجد میں باجماعت ادا کیا جائے (وارکعوا مع الراکعین) باجماعت نماز کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اپنی جگہ کسی کو نماز کی امامت سپرد کر کے ان لوگوں کے گھروں میں پہنچوں جو بغیر کسی عذر کے باجماعت نماز سے غیر حاضر ہیں۔ اور حکم دوں کہ ان کے گھروں میں ایندھن کے گٹھے ڈال کر ان لوگوں سمیت جلا ڈالا جائے"!

پس نماز کی غرض محض انفرادی اصلاح نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہیئت کاملہ اجتماعیہ کا تصور پیدا کر کے من و تو اور این و آں کا فرق مٹا دینا چاہتی ہے۔ وہ مختلف معیاروں اور ذہنیتوں کے امتیاز کو یکسر ختم کر دینا چاہتی ہے وہ محمود و ایاز، شاہ و گدا۔ امیر و فقیر اور عالم و بے علم کو ایک ہی صف میں پہلو بہ پہلو کھڑا کر کے ان کے دلوں کی گرائش سے دوئی اور دوری کے نقوش کو دھو ڈالنا چاہتی ہے۔ وہ رنگ و نسل اور طبقاتی تقسیم کے بت کو قریب اور عبدیت کو اپنا پن بخش دیتی ہے۔ آپ اپنے انفرادی دائرہ کار میں شاہانہ کر و فر کے مالک ہیں۔ آپ اپنی خانگی زندگی میں امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ رکھتے ہیں۔ لیکن اگر آپ حقیقی مسلمان ہیں تو اسلام آپ سے بڑی ہی شدت کے ساتھ تقاضا کرتا ہے کہ آپ پانچ وقت مسجد میں آئیں اور اس شخص کے پہلو بہ پہلو ملا کر کھڑے ہو جائیں جس کے کپڑے تار تار ہیں۔ جو فقر و فاقہ کی زندگی بسر کر رہا ہے سادہ جو غربت و افلاس کا ایک مجسمہ ہے۔ اس سے معاشرۂ اسلامی کے اندر چھوٹے اور بڑے کا فرق مٹ جائے گا۔ اور بار بار کے عمل سے امیروں کے دلوں سے کبر و انانیت اور غریبوں کے دلوں سے خوف اور احساس کمتری نکل جائے گا اور وہ خلیج جو مراتب اور درجات کے فرق کی وجہ سے امیر و غریب کے درمیان حائل ہو جایا کرتی ہے۔ اس عمل اجتماعی سے پاٹ دی جائے گی۔

یہی وہ عمل اجتماعی کا حیرت انگیز نظارہ تھا جو فتح مکہ سے ایک رات قبل آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی کے تحت ابوسفیان کو دکھایا گیا تھا۔ اور جسے دیکھ کر ابوسفیان جیسا معاند اسلام دم بخود رہ گیا تھا۔ کہ یہ عجیب نظم و ضبط پر عمل کرنے والی قوم ہے۔ ابوسفیان جو قریش مکہ کے سردار تھے۔ جنہوں نے اپنی عمر کا بیشتر حصہ اسلام دشمنی میں گذارا تھا۔ اور کوئی دقیقہ اپنی طرف سے فروگذاشت نہ کیا تھا۔ فتح مکہ سے قبل جب اسلامی لشکر مکہ کے قریب پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ جب دس ہزار قدوسیوں کا لشکر اپنے نظم و ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور تائید و نصرت ایزدی کو جذب کرتے ہوئے مکہ کے مضافات میں کیمپ لگائے ہوئے تھا تو ابوسفیان کسی طرح وہاں پہنچ گئے۔ آنحضرت صلعم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب نماز ہونے لگے تو ابوسفیان کو یہ نظارہ دکھلاؤ۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے وہ نظارہ دکھایا۔

وہ نظارہ کیا تھا؟ ابوسفیان نے دیکھا کہ دس ہزار قدوسیوں کا لشکر عظیم ایک امام کے اشارے پر اپنا سر آستانہ الوہیت پر جھکا دیتا ہے۔ اور دوسرے اشارے پر اس کی جبینیں دربار خداوندی میں سجدہ ریز ہو جاتی ہیں۔ اتنے عظیم الشان لشکر کی اطاعتِ امام کا یہ نظارہ دیکھ کر ابوسفیان کے دل پر ہیبت اور لرزہ طاری ہو گیا۔

یہی وہ ایمان افروز نظارہ ہے۔ جو اسلام اپنے پیروانوں کے اندر زندگی کے ہر شعبے میں دیکھنے کا متمنی ہے۔ اور اسی لئے اس نے حکم دیا ہے کہ تمام مسلمان پانچوں فرض نمازیں اپنے اپنے محلہ کی مساجد میں باجماعت ادا کریں۔ تاکہ ان کے اندر یکجہتی اور یکسوئی پیدا ہو جائے۔ اور وہ اپنے امام کی اقتداء میں اطاعت و فرمانبرداری کا وہ مظاہرہ کریں کہ ان کی ساری مرضی امام کی مرضی کے تابع ہو جائے۔ وہ امام کے حکم پر ان کی کمریں یکبارگی جھک جائیں اور امام ہی کے حکم پر ان کی جبینیں فرش خاک پر رحمتِ خداوندی کی تلاش میں سجدہ ریز ہو جائیں۔

اطاعت اور پیروئی امام کے لئے اسلام نے اتنی تاکید فرمائی ہے کہ اگر نماز پڑھتے وقت امام اپنے بشری تقاضوں کے ماتحت بھول چوک کا مرتکب ہو جائے تو تمہیں کوئی حق نہیں کہ تم اس کی اقتداء کی رسی کو اپنی گردنوں سے اتار پھینکو۔ تم زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتے ہو کہ بڑے ہی مؤدب انداز میں پیچھے ہوتے نرم انداز میں صرف سبحان اللہ کہہ دو۔ لیکن اگر پھر بھی امام یہی سمجھتا ہے کہ وہ ارکان نماز کو ٹھیک بجا لا رہا ہے۔ اور گو درحقیقت اس سے غلطی بھی ہو گئی ہو تو تم اس کی اقتداء سے باہر نہیں جا سکتے۔ بلکہ تم اس کی غلطی کی بھی اقتداء کرو۔ اور نماز کے آخر پر جب وہ اپنی غلطی کے لئے سجدۂ سہو اللہ تعالیٰ کے حضور بجا لائے تو تم [illegible] اقتداء کرو۔ اس میں عجیب نکتہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اطاعت امام ہر حال میں تم پر فرض ہے چاہے وہ تمہارے نزدیک غلط ہی کیوں نہ ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ امام سے بھول ہو گئی ہے۔ تم واضح طور پر جانتے ہو کہ امام غلطی کر رہا ہے۔ لیکن اطاعت امام و نظام کا یہی تقاضا ہے کہ تم بھی اس غلطی میں شریک ہو جاؤ۔ اور جب وہ اپنی غلطی کے ازالہ کے لئے سجدۂ سہو بجا لائے تو تم بھی اس کی اقتداء کرو۔

اسی طرح نماز میں اگر کوئی مقتدی انفرادی طور پر کوئی سستی کر جاتا ہے مثلاً تشہد میں وہ سورہ فاتحہ پڑھ جاتا ہے یا قیام میں وہ سورۂ فاتحہ کی بجائے درود و صلوٰۃ پڑھ جاتا ہے۔ تو چونکہ وہ اس وقت جماعت میں ہے۔ اور امام کی اطاعت میں ہے۔ اس لئے اس کی نماز بھی ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ اس وقت ایک فرد نہیں ہے۔ بلکہ جماعت کا ایک رکن ہے۔ اور اپنے امام کی اطاعت کر رہا ہے۔ اس میں یہ سبق دیا گیا ہے کہ اگر انفرادی طور پر تم سے کوئی کمزوری بھی سرزد ہو جائے تو جماعت کی برکت سے اس پر پردہ پڑ جائے گا۔ اور تمہاری کمزوریاں عفو و درگذر کی چادر سے ڈھانپ دی جائیں گی۔

اطاعتِ امام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ایک رکن قرار دیتے ہوئے اتنی تاکید فرمائی ہے کہ اگر کوئی شخص امام کے حکم سے قبل مثلاً رکوع میں چلا جاتا ہے یا سجدہ کر دیتا ہے۔ یا امام کی آواز سننے سے قبل سجدہ سے سر اٹھا لیتا ہے۔ تو بڑے لطیف پیرائے میں اُسے یہ کہہ کر ڈرایا گیا ہے کہ قیامت کے روز اس کا سر گدھے کے سر کی مانند ہو گا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جو شخص اطاعتِ امام کی پرواہ نہیں کرتا وہ ایک احمقانہ حرکت کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور قیامت میں تو جو ہو گا سو ہو گا ہم تو یہاں بھی دیکھتے ہیں کہ امام کی پیروی سے دور ہو جانے والے لوگ واقعی اپنے دماغ کی ساخت اور سوچ بچار کی لائنوں کو بگاڑ لیتے ہیں۔ اور بالآخر جماعت سے کٹ کر وہ ایسے گدھوں کی مانند ہو جاتے ہیں۔ جنہیں کوئی بھی شخص ڈنڈا یا لکڑی لے کر جہاں چاہے ہانک لے جائے۔ اور جو چاہے ان پر لاد دے۔!

یہ ایک واضح اور مسلمہ حقیقت ہے کہ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے۔ اس لئے شریعت اسلام نے مسلمانوں کو ظاہری اور باطنی دونوں طرح سے یک جان اور ہم آہنگ ہو جانے کے احکام دیئے ہیں۔ چنانچہ جماعت نماز کی تاکید کے ساتھ صرف یہی نہیں کہہ دیا گیا کہ تم مسجد میں آ کر اکٹھے نماز پڑھنا شروع کر دیا کرو۔ بلکہ صفوں کو درست کرنے سیدھا کرنے اور قبلہ کی طرف ٹھیک طور پر منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ اور پھر یہ بھی کہ تم کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو جاؤ۔ اس طرح کہ تمہارے درمیان کوئی جگہ خالی نہ رہے۔ گویا تصویری زبان میں یہ فرمایا گیا ہے۔ کہ تمہارے درمیان کوئی خلا باقی نہیں رہنا چاہیئے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ تمہارے درمیان جو خلاء باقی رہ جائے گا وہاں شیطان گھس کر کھڑا ہو جائے گا۔ بظاہر کوئی کہہ سکتا ہے کہ شیطان کا مسجد میں کیا کام؟ لیکن اس حکم کی حکمت پر غور کیا جائے اور اس کی گہرائیوں میں غوطہ زنی کی جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ تم نظم و ضبط کا وہ مظاہرہ کرو کہ تمہارے معاشرہ کی اجتماعیت میں کسی بھی قسم کی خامی باقی نہ رہ جائے۔ اور اگر تم اپنی ظاہری خامیوں کو دور نہ کرو گے تو اس کا اثر تمہارے باطن پر پڑے گا۔ اور آہستہ آہستہ تمہارے اندر تفرقہ پیدا ہو جائے گا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اسی حکمت کو اپنے سینے میں لئے ہوئے ہے

عباد اللہ لتسون
صفوفکم او لیخالفن
اللہ بین وجوھکم

یعنی اے اللہ کے بندو تم اپنی صفوں کو خوب سیدھا کرو اور سنوارو۔ ورنہ یہ خطرہ ہے کہ اللہ تعالےٰ تمہارے رُخ ایک دوسرے کے خلاف کر دے گا۔

(باقی آئندہ)

اضافۂ مال کا گر

از سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

"اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کریگا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائیگی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے جو شخص خدا کیلئے بعض حصہ مال چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائیگا جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت نہیں بجا لاتا جو بجا لانی چاہیئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئیگا۔" (ناظر بیت المال قادیان)

ایک علمی جائزہ

تفسیر قرآن مجید اور مولانا مودودی صاحب

(۱) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اپنی تفسیر کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"قرآن کریم کا طرزِ بیان تحریری نہیں بلکہ تقریری ہے۔ قرآن کریم ابتداءً لکھے ہوئے رسالوں کی شکل میں نہیں شائع کیا گیا تھا۔ بلکہ دعوتِ اسلامی کے سلسلے میں حسبِ ضرورت و موقع ایک تقریر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل کی جاتی تھی اور آپؐ اسے خطبے کی شکل میں لوگوں کو سناتے تھے۔ تقریری زبان اور تحریر کی زبان میں فطرتاً بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔" (صفحہ)

مولانا کے ان کلمات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قرآن کریم اتارا گیا اس وقت تقریری زبان کی ضرورت اور موقع تھا۔ اور تقریری زبان اور تحریری زبان میں فطرتاً بہت بڑا فرق ہوتا ہے لہذا قرآن کی زبان تحریری نہیں ہو سکتی۔ مگر افسوس ہے کہ مولانا کو یہ نظریہ پیش کرتے ہوئے اتنا بھی احساس نہ ہوا کہ یہ نظریہ خود قرآن کریم کے دعوے کے خلاف ہے۔ قرآن کریم اپنا نام بار بار "الکتاب" بتاتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس کتاب .... کی زبان تحریری نہ ہو بلکہ صرف تقریری ہو۔ وہ الکتاب کہلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں مولانا نے یہ بھی غور نہ فرمایا کہ قرآن کریم کسی بشر کا کلام نہیں کہ جس میں تحریر و تقریر کے انداز جمع ہو سکنے کے امکانات کم ہوں۔ بلکہ یہ تو خدائے علیم و قدیر کا کلام ہے جو انداز تقریر اور انداز تحریر ہر دو کا جامع ہے۔ وہ خطاب بھی ہے اور کتاب بھی وہ تقریر بھی ہے اور تحریر بھی چنانچہ خدا تعالیٰ نے انداز تقریر اور انداز تحریر کو ایک ہی آیت میں واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلوا علیهم اٰیٰته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة (سورۃ جمعہ) اور ان دونوں امور کو الگ الگ مقامات پر بیان کرتے ہوئے فرمایا وقراٰناً فرقناه لتقراه علی الناس (بنی اسرائیل ع) (۲) انزلنا الیك الذکر لتبین للناس (نحل ع) اور (۳) الحمد لله الذی انزل علی عبده الکتاب (سورہ کہف ع) الم ذالك الکتب لاریب فیه (ع) ما انزلنا علیك الکتاب الا لتبین لهم (نحل ع)

(۲) پھر دیباچہ میں مولانا قرآن کریم کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"اس میں نہ تصنیفی ترتیب پائی جاتی ہے اور نہ کتابی اسلوب۔" (صفحہ)

اگر ہمیں یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ الفاظ ایک مسلمان مفسر مولانا مودودی صاحب کے لکھے ہوئے ہیں۔ تو ہمیں یقیناً کہنا پڑتا کہ یہ الفاظ کسی دشمنِ اسلام کے ہیں۔ مگر اب ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ الفاظ اسلام کے ایک نادان دوست کے ہیں۔ کیا مولانا یوں نہیں لکھ سکتے تھے کہ قرآن کریم میں ایک ایسی ترتیب اور ایک ایسا کتابی اسلوب ہے جو دنیا کی کتابوں سے برتر ہے۔

(۳) پھر مولانا قرآن کریم کی سورتوں کے نام کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:۔

"قرآن مجید کی ہر سورت میں اس قدر وسیع مضامین بیان ہوئے ہیں کہ ان کے لئے مضمون کے لحاظ سے جامع عنوانات تجویز نہیں کئے جا سکتے ... . اس لئے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے قرآن کی بیشتر سورتوں کے لئے عنوانات کی بجائے نام تجویز فرمائے جو محض علامت کا کام دیتے ہیں۔" (صفحہ ۲۶)

(۴) پھر سورۃ مائدہ کی وجہ تسمیہ کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

"قرآن کریم کی بیشتر سورتوں کے ناموں کی طرح اس نام کو بھی سورت کے موضوع سے خاص تعلق نہیں۔"

پھر آل عمران کی وجہ تسمیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"اس سورت میں ایک مقام پر "آلِ عمران" کا ذکر آیا ہے اسی کو علامت کے طور پر نام قرار دے دیا گیا ہے۔"

مولانا کے مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اللہ تعالیٰ کو خود اپنی ذات سے بھی عاجز تر خیال کرتے ہیں۔ اسی لئے ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے لئے وسیع مضامین کے لئے جامع عنوانات مہیا کرنا نہایت مشکل ہے۔ عجیب بات ہے کہ خود مولانا کو تو ایسے الفاظ مل جاتے ہیں کہ جنہیں وہ اپنے وسیع مضامین اور ضخیم کتب کا عنوان بنا سکیں لیکن اگر نہیں مل سکتے تو خدائے علیم و خبیر اور قادر و قدیر کو۔ سچ ہے ما قدروا الله حق قدره گویا مولانا کا خدا باوجود قادر مطلق ہونے کے مجبور اور بے بس ہے۔ کاش وہ اتنا تو سوچتے کہ بالفرض اگر سورہ بقرہ کا نام اللہ تعالیٰ نے صرف اس لئے بقرہ رکھ چھوڑا ہے کہ اس میں ایک جگہ بقرہ کا ذکر آگیا ہے۔ تو پھر فاتحہ کا نام سورۃ فاتحہ کیوں رکھا گیا کیونکہ اس ساری سورۃ میں لفظ فاتحہ کہیں بھی نہیں آیا۔ اور پھر اس کا نام سورۃ مغضوب یا ضالین کیوں نہ رکھ دیا۔ جبکہ یہ الفاظ سورۃ میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں یہ بھی قابلِ غور ہے کہ آلِ عمران کا نام آلِ ابراہیم کیوں نہ رکھا گیا۔ جبکہ آلِ ابراہیم کا ذکر ..... آلِ عمران سے پہلے ہوا ہے۔ علاوہ ازیں قریباً سترہ اٹھارہ سورتوں میں مختلف ہستیوں کا ان کا ذکر ہے۔ ان سورتوں کو کیوں ان ناموں سے موسوم نہ کیا گیا۔

الغرض اگر مولانا صاحب بجائے یہ کہنے کے کہ وسیع مضامین کے لئے جامع عنوانات تجویز نہیں کئے جا سکتے اور سورتوں کے نام کو ان کے موضوع سے کوئی خاص تعلق نہیں۔ یہ لکھ دیتے کہ ہر سورۃ کے نام اور اس کے موضوع میں تعلق تو یقیناً ہے مگر چونکہ سورتوں کے مضامین وسیع ہیں اس لئے ضروری نہیں ہے کہ ہر مفسر اس تعلق کو پا سکے۔ اور حق یہ ہے کہ خاکسار (ابوالاعلیٰ مودودی) بھی تفسیر کرتے وقت سورتوں کے عنوان اور مضامین کے باہم ربط کو نہیں سمجھ سکا۔ تو مولانا کے لئے مفید ہوتا۔ ادب کا تقاضا ہے کہ نقص بجائے خدا اور اس کے کلام کی طرف منسوب کرنے کے اپنی طرف منسوب کیا جائے۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ سے

کل العلم فی القراٰن لکن ... تقاصر عنه افهام الرجال

یعنی قرآن کریم میں تو ہر علم موجود ہے۔ مگر لوگوں کا فہم قاصر ہے۔

(۴) پھر مولانا مودودی صاحب سورۂ المائدہ کے دیباچہ صفحہ ۲۳۷ میں لکھتے ہیں۔

"یہ پوری سورۃ ایک ہی خطبہ پر مشتمل ہے .... سلسلہ بیان میں کہیں کوئی ضعیف سا خلا بھی محسوس نہیں ہوتا۔"

گویا مولانا کے نزدیک سارے قرآن شریف میں یہی ایک سورۃ ہے جس کے سلسلہ بیان میں انہیں کوئی خلا محسوس نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے یہ بیان سارے قرآن کی بجائے صرف ایک سورۃ کے متعلق دیا ہے۔ گویا ان کے نزدیک باقی قرآن میں کئی مقامات ایسے ہیں جن کے سلسلہ بیان میں خلا ہے۔ انا لله وانا الیه راجعون۔

خدا کے بندو! حق یہ ہے کہ کلام اللہ میں کہیں بھی کوئی ذرا سا خلا بھی نہیں اور اگر کسی بندۂ خدا کو کوئی خلا محسوس ہو تو یہ اس کے تدبر کا خلا اور دماغ کا خلل ہے۔

(۵) پھر مولانا مودودی نے آیت واذ قلنا للملٰئکة اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابلیس کی تفسیر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ:۔

"تمہارا فرض ہے کہ تم میں سے جس جس کے دائرۂ عمل سے وہ کام متعلق ہو وہ اپنے دائرے کی حد تک اس کا (انسان کا) ساتھ دے۔ وہ چوری کرنا چاہے یا نماز پڑھنے کا ارادہ کرے۔ نیکی کرنا چاہے یا بدی کے ارتکاب کے لئے جائے۔" (صفحہ ۶۵)

مولانا کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ مولانا فرشتوں کو بدی میں بھی انسان کا ساتھ دینے والا سمجھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ عقیدہ اسلامی نہیں ہے بلکہ صرف "اسلامی جماعت" کے بانی کا ذاتی عقیدہ ہے۔ اسلامی عقیدہ کی رو سے فرشتوں کا کام صرف نیکی اور مفید تحریکات کرنا اور چلانا ہے۔ انسان کو بدی کی تحریک کرنے اور برائی میں اس کا ساتھ دینے کی ڈیوٹی صرف خناس ابلیس کی ہے۔

(۶) آجکل جبکہ اکثر محققین اس حقیقت کے قائل ہو چکے ہیں کہ قرآن کریم کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔ مولانا مودودی صاحب کی تفسیر میں اب بھی بعض آیات کو منسوخ ٹھہرایا گیا ہے۔ مثلاً مولانا کے نزدیک آیت کتب علیکم ... الوصیة للوالدین والاقربین اور آیت والذین یطیقونه فدیة طعام مسکین اور ایسے ہی آیت والتی یاتین الفاحشة اور واللذان یاتیانها وغیرہ منسوخ ہیں۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ حال ہی میں ڈیرہ غازی خاں میں ایک خطبہ کے دوران جماعتِ اسلامی کے امیر نے تقریر کرتے ہوئے بڑے زور سے یہ دعویٰ کیا کہ قرآن کریم کا ایک شوشہ بھی منسوخ نہیں ہے سبحان اللہ یہ بچہ ہے گر بڑا ہو کر درجہ سے سوایا۔

(۷) مولانا صاحب کی تفسیر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مسلمانوں کے مابین متنازعہ فیہ مسائل میں عموماً ایک ایسا راستہ نکالنے کی کوشش کرتے ہیں جو بین بین ہو یعنی حق اور باطل کے درمیان ایک ایسی راہ نکالتے ہیں جو تلبسوا الحق بالباطل کا مصداق ہوتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ طریق خود باطل ہے۔ مولانا کے اس انداز کے ثبوت میں متعدد آیات پیش کی جا سکتی ہیں صرف ایک آیت کی تفسیر پیش ہے۔ آپ نے آیت بل رفعه الله الیه پر ایک بے معنی بحث کرنے کے بعد جو خلاصہ نکالا ہے اس کی حقیقت ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"قرآن کی روح سے زیادہ مطابقت اگر کوئی طرزِ عمل رکھتا ہے تو وہ یہی ہے کہ رفع جسمانی کی تصریح سے بھی اجتناب کیا جائے اور موت کی تصریح سے بھی۔" (صفحہ ۴۲۱)

سبحان اللہ اگویا مولانا کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ تو جسم کے ساتھ آسمان پر

گئے ہیں اور نہ آپ نے وفات پائی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کتنی غیر معقول بات ہے۔ حیات و وفات مسیح کے قائلین میں سے ایک فریق یقیناً حق پر ہے۔ مگر آپ دونوں کی مخالفت کرتے ہوئے ایک خلاف نص بات کہتے ہیں۔ اور پھر اس خلاف عقل بات کو اپنی طرف منسوب کرنے کی بجائے خدا تعالےٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اگر کوئی عبارت کے بعد آپ فرماتے ہیں کہ

"رفع کی کیفیت کو اسی طرح مجمل چھوڑ دیا جائے جس طرح خدا تعالےٰ نے مجمل چھوڑ دیا ہے۔"

افسوس ہے مولانا صاحب کی فہم و فراست اور قرآن دانی کی لیاقت پر! قرآن کریم تو اپنے آپ کو مفصل کا نام دیتا ہے اور مولانا صاحب اسے مجمل قرار دیتے ہیں۔ پھر قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ وہ اہل کتاب کے اختلاف کا انصاف سے فیصلہ کرتا ہے اور حکم و عدل ہے۔ مگر مولانا صاحب اس کی طرف ایسا فیصلہ منسوب فرماتے ہیں کہ جس پر دشمنان اسلام خصوصاً یہود و نصاریٰ کو اسلام اور قرآن پر ہنسی کا موقع ملے۔

(۸) پھر مولانا کی تفسیر کے پڑھنے والے کے ذہن میں قرآن کریم کے متعلق ایک خطرناک غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ گویا قرآن کریم کے نظریات متخالف اور متضاد ہیں۔ مثلاً آیت لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ کی تفسیر فرماتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ:-

"اب رہا یہ سوال کہ "حق کے ساتھ" کا کیا مفہوم ہے تو اس کی تین صورتیں قرآن میں بیان کی گئی ہیں۔ اور دو صورتیں اس پر زائد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں۔" (صفحہ ۵۹۹)

اس بیان کے بعد مولانا نے پانچویں صورت جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے زائد بتائی ہے یہ لکھی ہے کہ "جو شخص ارتداد اور خروج از جماعت کا مرتکب ہو" اس کو بھی قتل کیا جا سکتا ہے۔ مولانا کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں مرتد کو قتل کر دینے کا حکم موجود نہیں ہے۔ مگر عجیب بات ہے کہ آپ نے "مرتد کی سزا" کے عنوان سے جو کتاب لکھی ہے۔ اس میں سب پہلے قرآن کریم ہی سے اس حکم کو ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ سبحان اللہ! کیا قرآن کریم میں بھی اختلاف ہے؟ اگر نہیں تو مودودی صاحب ایسی تفسیریں کیوں کرتے ہیں کہ جن سے قرآن مورد اختلاف ٹھہرے۔

(۹) ایسے ہی مولانا سورۂ بقرہ کے دیباچے صفحہ ۴۹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"فہمائش سے قبول نہ کریں تو جاہلیت کے فاسد نظام زندگی کو بزور مٹا دینے میں بھی تامل نہ ہو۔"

یعنی اگر کفار وعظ و نصیحت اور تلقین و تبلیغ سے اسلام کو قبول نہ کریں۔ تو تلوار کے زور سے ان کو مسلمان بنایا جائے۔ لیکن اس کے برعکس آپ نے متعدد آیات کی تفسیر میں آزادی مذہب کے حق کو تسلیم کیا ہے۔ اور جبر و اکراہ کی مذمت کی ہے۔ چند حوالے پیش خدمت ہیں۔ مثلاً آیت مِنْهُمْ مَنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

"اعتقاد و عمل کی راہوں میں انتخاب کی آزادی عطا کی۔ اور انبیاء کو لوگوں پر کوتوال بنا کر نہیں بھیجا۔" (صفحہ ۱۹۳)

پھر آیت لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ کی ذیل میں لکھتے ہیں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ:-

"اسلام کا یہ اعتقادی اور اخلاقی و عملی نظام کسی پر بزور ٹھونسا نہیں جا سکتا۔" (صفحہ ۱۹۶)

پھر اسی مضمون کا اعادہ صفحہ ۳۸۸، صفحہ ۵۳۶ اور صفحہ ۵۷ پر بھی کیا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ پہلے حوالے میں اور مابعد کے حوالوں میں تضاد ہے۔ مگر یہ تضاد درحقیقت قرآن یا قرآن کی آیات میں نہیں۔ بلکہ قرآن اور مودودی صاحب کے خیالات میں ہے۔ مولینا صاحب قرآن کی بات کو چھپا نہیں سکتے۔ اور اپنے ذاتی جذبات کو دبا نہیں سکتے۔ اس سے آپ کی تفسیر "اسلامی تعلیم" اور "مودودی تفہیم" کی دورنگی اور باہمی کشاکش کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ قرآن اپنی خو نہیں چھوڑتا اور مودودی صاحب اپنی وضع نہیں بدلتے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ مولانا صاحب تو اسلام کے نادان دوستوں میں نام پا رہے ہیں اور قرآن و اسلام چالاک دشمنوں میں بدنام ہو رہے ہیں۔

وَاللهُ خَيْرٌ حَافِظًا

(رفتار زمانہ لاہور)

"اب سوال تو صرف یہ ہے کہ پنڈت نہرو کی تقدیر کیا جائے گی؟ جبکہ مہاتما بدھ اور شری کرشن کی طرح مندروں میں ان کی پوجا ہو گی، جائے گی یوں کہنا چاہئے کہ پنڈت نہرو اپنی ہی زندگی میں موت کے بعد آنے والے دور کا بھی انتظام کر گئے۔ اور خود بتا گئے کہ مرنے کے بعد ان کا کیا مقام ہونا چاہیے۔"

(الجمعیۃ دہلی ۱۴ جون ۱۹۶۴ء)

منقولات

نسل اور وطن کا رشتہ

ہندوستان میں مختلف مذاہب اور عقائد کے لوگ بستے ہیں، خود ہندوؤں میں اتنے فرقے ہیں کہ عقائد اور اصولوں میں کوئی قدر مشترک نہیں، ہندو ازم دراصل کوئی مذہب نہیں ہے وہ ایک ایسا نظام ہے جو جغرافیائی حدود کی بنیاد پر قائم ہے۔ ہندوؤں کے درمیان جو چیز مشترک ہے اور جس نے عقیدہ، مذہب، رسم، روایات اور تاریخ کی جگہ حاصل کر لی ہے وہ نسلی اور وطنی اتحاد ہے جو طبقہ خالص ہندوستانی ہے اور نسل اور وطن کے رشتہ سے بندھا ہوا ہے اسی پر لفظ ہندو کا اطلاق ہوتا ہے۔ خدا کو ماننے والا اور مورتی پوجک بھی ہندو ہیں۔ اور خدا کا انکار کرنے والے بھی مورتی نندک بھی ہندو ہیں لیکن ملک میں ان لوگوں کی اکثریت ہے جن کو ہم مورتی پوجک یا بھگت کہتے ہیں پنڈت جی مذہب اور خدا کے قائل نہ تھے لیکن انہیں بھی اپنے ہندو ہونے پر فخر تھا۔

پنڈت نہرو کی پوجا

انگریزی معاصر پیٹریاٹ کی خبر ہے جس کی تصدیق ٹائمز آف انڈیا کی خبر سے بھی ہوتی ہے کہ کورکشیتر کے ایک مندر میں پنڈتوں نے پنڈت نہرو کی ایک تصویر لگا دی ہے جس کے سامنے ہر وقت چراغ جلتا رہتا ہے۔ اور عقیدت مند ہندوؤں نے اس کی پوجا شروع کر دی ہے۔ مگر یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہندوؤں نے ہمیشہ طاقت اور دولت کی پوجا کی ہے۔ پنڈت نہرو ہندوستان کے ۴۴ کروڑ انسانوں کی نفری طاقت کے نمائندہ تھے اس لئے مرنے کے بعد ان کی پوجا لازمی طور پر ہونی چاہیئے۔ لیکن یہ بات حیرت انگیز ہے کہ جس طبقہ کی نظریاتی بنیاد نسل اور وطن ہو وہ حب الوطنی کے سچے جذبات سے محروم رہے اور وطن کی حفاظت نہ کر سکے۔ ماضی میں اسی کمزوری کی بدولت ملک کی اکثریت نے شکست کھائی اور باہر سے آنے والوں نے پہلے آنے والوں کو شکست دے دی۔ آج بھی ہمیں نسلی اور وطنی جذبات کی فراوانی میں حب الوطنی کا جوہر نظر نہیں آتا۔

دولت کی پوجا اور سرفروشی

اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہندوؤں میں مجموعی حیثیت سے ہمیشہ طاقت اور دولت کو اہمیت حاصل رہی ہے۔ طاقت خواہ باہر کی ہو یا اندر کی وہ ہندوؤں پر ہمیشہ اثر انداز رہی ہے دولت کی پوجا بھی اس طبقہ کی بنیادی خصوصیت ہے اور جب یہ دونوں چیزیں مل جاتی ہیں تو انسان میں جانبازی اور سرفروشی کا جذبہ باقی نہیں رہتا اور وہ جذبۂ حب الوطنی سے بہت دور جا پڑتا ہے یہ بات ہم پہلے کہہ رہے ہیں کہ اگر ہندوستانی قوم کو بیرونی خطرات کا مقابلہ کرنا ہے تو اسے مجموعی طور سے میدان میں آنا چاہیے اگر اس معاملہ میں صرف اکثریت پر اعتماد کیا گیا تو ملک کی حفاظت کبھی نہ ہو سکے گی۔ ممکن ہے کہ ہمارا یہ مشورہ قابل پذیرائی نہ ہو لیکن خدا نہ کرے اگر وقت نہ لائے ہم دکھا دیں گے کہ اکیلی اکثریت دفاع کے بار کو اپنے اوپر نہیں اٹھا سکتی۔

پنڈت نہرو کا وصیت نامہ

اخبارات میں پنڈت جواہر لال نہرو کا وہ وصیت نامہ شائع ہوا ہے جو انہوں نے دس سال پہلے لکھا تھا انہوں نے پہلی وصیت یہ کی ہے کہ مرنے کے بعد میرے لئے کسی قسم کی مذہبی رسوم ادا نہ کی جائیں کیونکہ مجھے ان رسوم پر میرا اعتقاد نہیں۔ آپ کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد جو بھی رسوم ادا ہوں وہ مذہب کے نام پر نہ ہوں بلکہ ہندو کلچر اور روایات کے نام پر ادا ہوں۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ موت کے بعد میرے جسم کو نذر آتش کیا جائے میری استھیاں الہ آباد بھیجوی جائیں اور ان کا ایک مٹھی بھر حصہ گنگا میں بہا دیا جائے۔ گنگا میں پھول بہانے کی خواہش مذہبی نہیں بلکہ الہ آباد میں بچپن سے مجھے گنگا اور جمنا سے لگاؤ رہا ہے اور میری عمر میں اضافہ کے ساتھ یہ لگاؤ اور بھی پختہ ہوتا جا رہا ہے۔ وصیت کے ان الفاظ سے پتہ چل سکتا ہے کہ پنڈت نہرو صحیح معنی میں بڑے سچے اور پختہ ہندو تھے وہ تمام ہندو رسوم کے عامل تھے مگر انہیں مذہبی نام سے دینا چاہتے تھے۔ گویا پنڈت نہرو نے اکثریت کو بتایا ہے کہ مذہب کوئی چیز نہیں ہے اگر کوئی چیز ہے تو ہندوؤں کی روایات ہیں جن سے گہرا تعلق اور لگاؤ ہی انسان کو پختہ ہندو بناتا ہے

پنڈت نہرو اور گنگا

پنڈت نہرو کے وصیت نامہ میں زیادہ تر گنگا ہی کا ذکر ہے غالباً المتوفیٰ نے گنگائی جذبات پر ہندوؤں کو جگانے کے لئے ہی یہ وصیت نامہ لکھا ہے اس وصیت نامہ کا ایک جز و یہ ہے کہ:-

"گنگا خاص ہندوستان کے لوگوں کو خاص طور پر پیاری ہے۔ ہندوستان میں مختلف نسلوں کے لوگوں کا آباد کارہ ہندوستان کی امیدوں اور کی اندیشوں اس کی فتوحات اور شکستوں کی کہانی گنگا کے سینہ میں چھپی ہوئی ہے یہ ندی ہند کی قدیم تہذیب کی نشانی ہے اور ایک ماضی کی علامت ہے جو زمانہ حال تک آتی ہوئی مستقبل کے بحر اعظم کی طرف بہہ رہی ہے۔ میں نے ماضی کی بہت سی رسوم کو ترک کر دیا ہے تاہم میں نہیں چاہتا کہ ماضی سے میرا رشتہ ٹوٹ جائے۔ مجھے اپنے عظیم ورثہ پر فخر ہے۔ مجھے احساس ہے کہ میں بھی دوسرے لوگوں کی طرح اس زنجیر کی ایک کڑی ہوں جس کا ایک سرا ہندوستان کی قدیم تاریخ سے بندھا ہوا ہے میں اس بندھن کو توڑنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔"

پنڈت نہرو زندگی بھر قدامت پسندی کے مخالف تصور کئے گئے۔ مگر اس وصیت نامہ کے مو

جماعتی چندہ کے بارہ میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات

(۱)

احباب جماعت کے نام ..... اضافۂ چندہ جات کیلئے

"اپنے چندوں کو بڑھاؤ اور خدا کی رحمت کو کھینچو کیونکہ جتنا تم چندہ دو گے اس سے ہزاروں گنا تمہیں ملے گا۔ اور دنیا کی ساری دولت کھینچکر تمہارے قدموں میں ڈالدی جائیگی جسکے متعلق تمہارا فرض ہوگا کہ سلسلہ احمدیہ کیلئے خرچ کرو۔ تاکہ دنیا کے چپہ چپہ پر مبلغ بھیجے جاسکیں اور ساری حکومتیں اسلام میں داخل ہو جائیں۔ آپکو یہ بات بڑی معلوم ہوتی ہوگی۔ مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑی نہیں۔"

(۲)

عہدیداران جماعت کے نام ... بقایاداران اور بے شرح افراد کی اصلاح کیلئے

"جہانتک میں سمجھتا ہوں ہمارے بجٹ میں کمی کا بڑا دخل ان نادہندوں کا ہے جو سلسلہ میں شامل ہونیکے باوجود اخلاص کی کمی کی وجہ سے مالی قربانیوں میں حصہ نہیں لیتے اسی طرح وہ لوگ جو مقررہ شرح کے مطابق چندہ نہیں دیتے یا بقایوں کی ادائیگی میں سستی کام لیتے ہیں انکی غفلت بھی سلسلہ کیلئے نقصان کا موجب ہو رہی ہے پس میں تمام امراء اور سیکرٹریان جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ انہیں روحانی اور تربیتی اصلاح کے ساتھ ساتھ نادہندوں اور شرح سے کم چندہ دینے والوں کے بارہ میں اپنی ذمہ داری سمجھنی چاہیئے تاکہ ان میں بھی قربانی کا جذبہ پیدا ہو اور وہ بھی اپنے دوسرے بھائیوں کے دوش بدوش اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانیکے ثواب میں شریک ہوسکیں۔"

حضرت اقدس نے مزید فرمایا کہ:-

"میں ان دوستوں کو جنکے ذمہ بقائے ہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے بقائے جلد ادا کردیں وہ مجھے یہ بات یاد نہ دلائیں کہ اس وقت مشکلات زیادہ ہیں یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے۔"

(۳)

زکوٰۃ کی اہمیت کے متعلق ...

"تیسری چیز جس پر خصوصیت سے اسلام نے زور دیا ہے اور جسکی طرف بار بار قرآن میں توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ روپیہ بیشک کماؤ مگر جو کچھ کماؤ اس پر زکوٰۃ ادا کرو اور اگر کوئی شخص باقاعدگی سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ دنیا کو دین کی خاطر کما رہا ہے لیکن اگر کوئی شخص زکوٰۃ نہیں دیتا تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ دنیا محض دنیا کی خاطر کما رہا ہے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا شوق اسکے دل میں نہیں ہے اگر واقعہ میں اس کے دل میں خدا تعالیٰ کے قرب اور اس کی محبت کو جذب کرنیکا احساس ہوتا اور اگر وہ دنیا کو دین کی خاطر کما رہا ہوتا تو اس کا فرض تھا کہ وہ اپنے مال میں سے خدا تعالیٰ کا حق ادا کرتا اور پوری توجہ کے ساتھ کرتا لیکن جب وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ تو یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ شیطان کا تابع ہے خدا تعالیٰ کے احکام کے تابع نہیں۔"

(۴)

ادائیگی چندہ جلسہ سالانہ کے متعلق

"پہلے تو میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چندہ جلسہ سالانہ کے متعلق کئی سالوں سے دیکھا گیا ہے کہ جو جماعتیں شروع سال میں چندہ دیتی ہیں۔ وہ تو دیتی ہیں اور جو شروع میں نہیں دیتیں انکے ذمہ بقایا رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے ہمارے سالانہ بجٹ کو نقصان پہنچتا ہے اور انکے ذمہ بھی بعض دفعہ دو سال کا چندہ اکٹھا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ جلسہ سالانہ کا چندہ ایک ایسی چیز ہے جسکے دینے کا ہمارے ملک میں سالہا سال سے رواج چلا آیا ہے جلسہ سالانہ ایک اجتماع کا موقعہ ہے اور اجتماع کے موقعہ پر ہمارے ملک میں لوگوں کی عادت ہے کہ کچھ نہ کچھ امداد ضرور کرتے ہیں۔"

احباب جماعت و عہدیداران کرام اپنے امام اپنے پیارے امام کے ارشادات پڑھیں اور انکی تعمیل میں اپنی ذاتی ... وقتی مالی مشکلات کے مقابل پر سلسلہ کی مشکلات کو مقدم رکھتے ہوئے ایثار اور قربانی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرکے عنداللہ ماجور ہوں۔

جملہ امراء صاحبان، مبلغین کرام، سیکرٹریان مال اور احباب جماعت کی خدمت میں اس بارہ میں خاص تعاون و کوشش کی درخواست ہے تاکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت پورے ہوسکیں جس سے ہمارا بجٹ پورا ہو اور ہم بھی حسنات دارین کے وارث ہوسکیں۔

اللہ تعالیٰ جملہ احباب جماعت کو حضور کے ارشادات پر لبیک کہتے ہوئے فرض شناسی اور عملی تعاون کی توفیق دے۔ آمین۔

خاکسار:-

ناظر بیت المال قادیان

خبریں

سرینگر۔ ۲۹ر جون۔ مرکزی وزیر تعلیم مسٹر چھاگلہ نے سرینگر سے نئی دہلی روانہ ہونے سے پہلے اخباری نمائندوں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے کشمیر کے متعلق بھارت کے بنیادی سٹینڈ میں کسی قسم کے رد و بدل کو خارج از امکان قرار دیا اور کہا کہ ریاست بھارت کا اٹوٹ انگ ہے۔ آپ نے کہا کہ اگر پاکستان اس مسئلہ میں بھارت کے بنیادی [illegible] کو سمجھ لے تو اس کے ساتھ دوستی [illegible] آسان ہو جائے گی۔ پاکستان کی پالیسی یا [illegible] خواہ کچھ ہو، ریاست کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ رہا ہے اور آئندہ بھی اٹوٹ انگ رہے گی۔ آپ نے کہا کہ کشمیر کو آزاد سٹیٹ قرار دیئے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ بات سوچی بھی نہیں جا سکتی کہ کشمیر کو آزاد سٹیٹ بنایا جا سکتا ہے۔

راولپنڈی۔ ۲۹ر جون۔ روزنامہ پاکستان ٹائمز نے انکشاف کیا ہے کہ بھارت کو طویل المیعاد فوجی امداد دینے کے فیصلہ کے خلاف پاکستان امریکہ سے صدارتی سطح پر پروٹسٹ کرے گا۔ کل اس معاملہ پر پاکستان کیبنٹ کی میٹنگ میں غور ہوا تھا۔ فیصلہ کیا گیا تھا کہ صدر ایوب کامن ویلتھ کانفرنس میں شرکت کیلئے یکم جولائی کو لندن روانہ ہونے سے پہلے امریکہ کے صدر جانسن کو پروٹسٹ کا خط لکھیں گے۔ وہ برطانوی وزیر اعظم مسٹر ہیرلڈ کو بھی خط لکھیں گے۔ اور لندن میں ان سے مل کر ذاتی طور پر پروٹسٹ کریں گے۔ صدر ایوب لندن جاتے وقت راستہ میں ایران اور ترکی میں رکیں گے اور وہ معاہدہ سینٹو کے ان ممبر [illegible] کو بھی بھارت کو امریکی فوجی امداد کے معاملہ پر اپنی تشویش سے آگاہ کریں گے۔

نئی دہلی ۲۹ر جون۔ سرکاری طور پر بتایا گیا ہے کہ پردھان منتری لال بہادر شاستری کی عام حالت اچھی ہے۔ آج صبح ان کا درجہ حرارت قریب قریب نارمل تھا۔ وہ کل رات آرام سے سوئے اور آج صبح خوش و خرم تھے۔ آج ہوم منسٹر شری نندہ، وزیر خزانہ شری کرشنا ماچاری، وزیر فولاد شری [illegible] ڈاکٹر سوشیلا نیئر۔ جموں و کشمیر کے صدر ریاست ڈاکٹر کرن سنگھ، شریمتی اندرا گاندھی اور انکے سیکرٹری شری سنجیو شری شاستری کی مزاج پرسی کے لئے گئے۔ معلوم ہوا ہے کہ شری لال بہادر کے دورہ لندن کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا گیا۔ ابھی تک ان کے دورہ کا پروگرام منسوخ نہیں کیا گیا تاہم اس کا انحصار ان کی صحت کی حالت پر ہے۔

واشنگٹن ۲۹ر جون۔ جنیوا کے سرکردہ اخبار "انٹر دی اشلیٹر" نے خبر دی ہے کہ جنوب مشرقی ایشیا میں امریکہ کی پالیسی سخت ہونے کے پیش نظر وہ بھارت کو آواز سے تیز رفتار ایف ۱۰۴ جی قسم کے ۴۸ جہاز خریدنے کی اجازت دے دیگا۔ اخبار نے لکھا ہے کہ پاکستان سرکار کو بھی ایسے ۲۶ جہاز ملیں گے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جب بھارت کو ۴۸ اور پاکستان کو ۲۶ جہاز مل جائیں گے تو دونوں دیشوں کے پاس ایسے جہازوں کی تعداد برابر ہو گی۔

واشنگٹن ۲۹ر جون۔ امریکہ کے صدر جانسن نے کہا ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو امریکہ جنگ کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہے لیکن وہ امن قائم رکھنے کے لئے ہر ممکن کاروائی کریں گے۔ ہمیشہ کی طرح آج امریکہ کو اپنی آزادی قائم رکھنے کے لئے جنگ کا جوکھم لینے کے لئے ہمیشہ تیار رہنا چاہئے جب بھی ضرورت پڑے گی۔ ہم یہ خطرہ مول لیں گے۔ تاہم ہم امن کی جستجو کے لئے اپنا عہدہ قربان کرنے سے گریز [illegible] کا دلیں آپ کو۔

نیو یارک ۲۹ر جون۔ بھارت کے پردھان منتری شری لال بہادر شاستری کی علالت کی خبر امریکہ میں بڑی تشویش کے ساتھ سنی گئی ہے۔ یہ تشویش خصوصاً اس لئے ہے کہ ابتدائی اطلاعات میں کہا گیا تھا کہ شری شاستری دل کے ایک خفیف دورے کی وجہ سے بیمار ہوئے ہیں۔ نیو یارک میں متعینہ ہندوستانی نامہ نگار نے لکھا ہے کہ شری شاستری کے ماجرائے آغاز از اٹھے نزین علیہ سے تکلیف پہنچنے سے امریکن بہت متاثر ہوئے ہیں۔ پردھان منتری کا عہدہ سنبھالنے کے بعد صرف تین ہی ہفتوں میں وہ امریکنوں کے دلوں کی ہمدردی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ۴۲ کروڑ باشندوں کے پردھان منتری اور شری نہرو کے جانشین کی حیثیت میں وہ امریکہ میں کافی توجہ کا مرکز بنے ہیں۔ امریکنوں نے بعد کی ان اطلاعات پر اطمینان ظاہر کیا ہے کہ شری شاستری پر دل کا دورہ نہیں پڑا۔ بلکہ انہیں محض تھکان کی وجہ سے بخار ہوا ہے۔ بایں ہمہ اس خدشہ پر تشویش ظاہر کی گئی کہ وہ اب بھی شاید کامن ویلتھ وزراء اعظموں کی کانفرنس میں شامل نہ ہو سکیں۔ (نئی دہلی کی تازہ اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ ایسا کوئی خدشہ نہیں ہے) مغربی ممالک یہ دیکھنے کے منتظر ہیں کہ شری شاستری کس قسم کے انسان ہیں۔ اور کہ وہ کامن ویلتھ جیسے بین الاقوامی اجتماع میں کیا رویہ اختیار کریں گے

نئی دہلی ۲۹ر جون۔ آل انڈیا مہا سبھا کی ورکنگ کمیٹی نے ایک میٹنگ میں گورنمنٹ سے مطالبہ کیا ہے کہ جموں کشمیر کے شیخ عبداللہ مولانا فاروق اور ان کے دیگر ساتھیوں کو گرفتار کر لیا جائے۔ نیز ان جماعتوں کو خلاف قانون قرار دے دیا جائے۔ جو جموں کشمیر اور بھارت کے الحاق کے سوال کو دوبارہ اٹھانا چاہتی ہیں۔

وصیّت

وصیتیں منظوری سے قبل اس لئے شائع کیجاتی ہیں تاکہ اگر کسی شخص کو ان وصایا کے بارہ میں کوئی اعتراض ہو تو وہ دفتر کارپرداز بہشتی مقبرہ کو اندر ایک ماہ اطلاع دیں

(سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

نمبر ۱۳۳۹۷ میں اعظم النساء زوجہ محمد بشیر الدین انور آف چنتہ کنٹہ قوم شیخ پیشہ خانہ داری عمر ۲۹ سال تاریخ بیعت ۱۹۴۵ء ساکن حیدر آباد دکن ڈاکخانہ حیدر آباد ضلع حیدر آباد صوبہ آندھرا پردیش بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۵-۶۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد اس وقت حسب ذیل ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی جائیداد نہیں ہے۔

۱۔ دو ہزار روپیہ حق مہر جو بذمہ خاوند واجب الادا ہے۔

۲۔ زیورات۔ چندن ہار طلائی ایک عدد وزن ایک سو اکہتر گرام دس ملی گرام۔ کڑے طلائی ایک جوڑا وزن ترپن گرام پچاس ملی گرام۔ چوڑیاں طلائی دو عدد وزن گیارہ گرام آٹھ سو ملی گرام گلوبند طلائی ایک عدد وزن ستائیس گرام چھ سو ملی گرام۔ بالیاں طلائی ایک جوڑا وزن چار گرام ایک سو ملی گرام۔ نکلس طلائی بڑا ایک عدد وزن چوراسی گرام سات سو ملی گرام۔ نکلس طلائی چھوٹا ایک عدد وزن اٹھ گرام چھ سو ملی گرام۔ انگوٹھیاں طلائی چھ عدد وزن چبیس گرام پانچ سو پچاس ملی گرام۔ کان [illegible] طلائی ایک جوڑا وزن چھپن گرام تین سو ملی گرام۔ پھول ایک جوڑا طلائی وزن تین گرام۔ پھول طلائی ایک جوڑا وزن دو گرام دو سو ملی گرام۔ گلاس نقرئی دو عدد وزن سو گرام۔ کل وزن زیورات طلائی چار سو چوہتر گرام دس ملی گرام مالیتی مبلغ پانچ ہزار ایک سو بیس روپے اٹھائیس پیسے۔ کل وزن نقرئی سو گرام مالیتی چھبیس روپے تیس پیسے۔ میں اپنے حق مہر اور زیورات کے ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔

۳۔ مجھے میرے خاوند سے بیس روپے ماہوار جیب خرچ بھی ملتا ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی ⅒ حصہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کرتی رہوں گی۔ اگر اس کے بعد میں کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے بعد جس قدر بھی جائیداد ثابت ہوگی۔ اس کے بھی ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بعد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

الامتہ　　گواہ شد
اعظم النساء　　محمد بشیر الدین آندھرا آٹو بائسس خاوند موصیہ
روی نمبر بازار حیدر آباد۔

گواہ شد۔
محمد معین الدین امیر جماعت احمدیہ حیدر آباد: احمدیہ جوبلی ہال افضل گنج حیدر آباد